ماہنامہ

محدث

بنارس

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا عبدالوہاب حجازی

معاون مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی   مولانا عبدالمتین مدنی

عدد مسلسل: ۳۳۶
جلد: ۲۹ ، شمارہ: ۱۲

محرم ۱۴۳۳ھ

دسمبر ۲۰۱۱ء

بدل اشتراک

- ہندوستان: 150 روپئے
- بیرون ممالک: 40 ڈالر
- فی شمارہ: 15 روپئے

مراسلت کا پتہ

دار التالیف والترجمہ
بی ۱۸/۱جی، ریوڑی تالاب
وارانسی - ۲۲۱۰۱۰

Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۳
۳-افتتاحیہ	مدیر	۴
۴-ہجرت نبوی ﷺ کی یادیں	شیخ محمد بن عبداللہ السبیل	۶
۵-عید میلادالنبی ﷺ	مولانا عبدالمعین سلفی	۱۰
۶-مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ......	مولانا اسعد اعظمی	۱۶
۷-نعمت امن ایک عظیم انسانی ضرورت	محمد انور محمد قاسم سلفی	۱۹
۸-محاکمۂ سامرودیہ......	مولانا محمد مستقیم سلفی	۲۵
۹-مدارس میں شورائی نظام کی تنفیذ..	مولانا عبدالمبین ندوی	۲۷
۱۰-علامہ اقبال خطوط کے آئینے میں	شاد عباسی	۳۳
۱۱-احسان کا معنی ومفہوم	سعیدالرحمٰن عبدالمجید	۳۷
۱۲-نماز میں کپڑا سمیٹنے کا حکم	محمد حامد محمد شفیع	۴۰
۱۳-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۳
۱۴-اخبار جامعہ	ادارہ	۴۴
۱۵-ندوۃ الطلبہ کی سرگرمیاں	فرحان عبدالمجید	۴۵
۱۶-باب الفتاوی	مولانا علی حسین سلفی	۴۷

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

ان دوفرقوں میں سے امن کا کون زیادہ مستحق ہے اگر تم جانتے ہو؟ (سورہ انعام:۸۱)

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءتْ مَصِيراً﴾. (سورہ نساء:۱۱۵)

راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے باوجود جوشخص رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنین کی راہ کے علاوہ راہ پکڑے گا، تو ہم اس کو اسی راہ پر جانے دیں گے جس کو اس نے اختیار کیا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے جو خراب ٹھکانا ہوگا۔

یہ اللہ رب العالمین کا فرمان اور فیصلہ ہے۔

اللہ کے رسول محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، ایک فرقہ کے علاوہ سب جہنم میں جائیں گے ،لوگوں نے پوچھا کہ یہ جنتی فرقہ کون ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ آج جس راہ پر میں اور میرے اصحاب گامزن ہیں۔(المعجم الاوسط:۴۸۸۶)

مذکورہ آیت میں مومنین سے مراد اصحاب رسول رضی اللہ عنہم ہیں جو دین اسلام کے اولین پیرو اور اس کی تعلیمات کا کامل نمونہ تھے، اور اس آیت کے نزول کے وقت ان کے سوا کوئی دوسرا فرقہ موجود نہ تھا۔

اللہ کے رسول محمد ﷺ نے اپنی امت کو بہتر سے زائد فرقوں میں بٹ جانے کی پیشین گوئی فرمائی، جس کو آج ہم دیکھ رہے ہیں، سب فرقے امت محمدیہ میں ہیں اور سب مسلمان ہیں۔

مگر اللہ اور اس کے رسول کے بیان کے مطابق سب جنتی نہیں ہوں گے، ایک مسلمان کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان پر اگر ایمان ہے تو وہ ضرور ایک بار غور کرے گا کہ اللہ کا فرمان غلط نہیں ہوسکتا اور رسول کے بیان کے مطابق سب جنتی نہیں ہوسکتے۔

راہ حق پانے کے لئے بہت ہی احتیاط اور سمجھ سے کام لینے کی ضرورت ہے، جنت پانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی صحیح اتباع اور صحابہ کرام کا طریقۂ عمل لازمی ہے، جس کو ہم منہج سلف سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی ان ائمہ عظام اور محدثین کرام کا منہج وطریقہ جنہوں نے اللہ کے رسول کی احادیث کو صحابہ کرام سے لیا اور اسی کی روشنی میں دین کے مسائل بیان فرمائے۔

ان کا اصول تھا کہ احادیث رسول مل جانے کے بعد کسی کے فتویٰ پر عمل درست نہیں، اگر کسی امام نے کوئی مسئلہ بتایا اور بعد میں اس مسئلہ میں اس کے خلاف حدیث رسول مل جائے تو عمل حدیث کے مطابق ہوگا اور امام کے فتویٰ کو چھوڑ دیا جائے گا، اسی کو مسلک سلف اور اس کے ماننے والے کو سلفی کہتے ہیں، جس کی سب سے واضح مثال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردان رشید نے پیش فرمائی، امام ابو یوسف رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خاص شاگرد ہیں جنہوں نے حدیث کا علم ہونے کے بعد بہت سے مسائل میں امام صاحب کے فتویٰ کے چھوڑ کر حدیث کے مطابق عمل کیا اور امام صاحب کے خلاف فتویٰ دیا۔ فاعتبروا یا أولي الألباب۔ (جاری)

☆☆☆

درس حدیث

خوش گوار تعلقات کیسے بنائیں

مولانا عبدالمتین مدنی

’’وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ يَارَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِی قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُونِی اَحْسِنُ اِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُونَ إِلَیَّ اَحْلُمُ عَنْهُمْ يَجْهَلُونَ عَلَیَّ فَقَالَ: لَئِنْ كُنْتَ كَمَاقُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَادُمْتَ عَلٰی ذٰلِكَ‘‘۔(صحیح مسلم:۶۵۲۵)

ترجمہ:۔حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول میرے بعض رشتہ دار ہیں میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں ، میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں ، میں ان کے ساتھ بردباری اختیار کرتا ہوں (ان کے سرد گرم کو برداشت کرتا ہوں)اور وہ میرے ساتھ نادانی کا برتاؤ کرتے ہیں ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارا حال ویسا ہی ہے جیسا کہ تم نے بیان کیا تو تم ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہے ہو اور اللہ کیطرف سے تمہارے ساتھ انکے خلاف ایک مددگار مقرر ہے جب تک تم اپنے اس سلوک پر قائم ہو۔

مذکورہ بالا حدیث میں ان لوگوں کی ہمت افزائی کی گئی ہے جو مثبت ردعمل نہ ملنے کے باوجود صلہ رحمی کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور انہیں اس بات کی بشارت دی گئی ہے کہ اللہ نے انکے لئے اپنی طرف سے مددگار متعین کر دیا ہے۔

یہی اسلام کی تعلیم ہے کہ اسکے ماننے والے افراد معاشرہ کے اندر مل جل کر رہیں ، اخوت و بھائی چارگی اور میل محبت کے ساتھ رہیں اور بشری تقاضا کے مطابق اگر اختلاف اور ناراضگی کی کوئی بات سامنے آجائے تو صلح ومصالحت سے کام لیا جائے اور عفو ودرگذر اور ایثار کا ثبوت پیش کیا جائے ، ماحول کو خوشگوار بنائے رکھنے کی پہل کی جائے اور ایسا کرنے والوں کی قدر دانی اور ہمت افزائی کی جائے ، اگر اسی سلسلہ میں دوسرے فریق کا تعاون نہیں ملتا یا اس کی طرف سے مثبت ردعمل سامنے نہیں آتا تو دل برداشتہ ہو کر مفاہمت اور میل جول کی کوشش ترک نہ کر دی جائے بلکہ اسے ایک دینی فریضہ سمجھ کر ادا کیا جائے اور اللہ سے اس ذمہ داری کے ادا کرنے کی اور اس مشن میں کامیابی کی دعائیں کی جائے۔

اگر چہ ایک مسلمان کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کے ساتھ تین دن سے زیادہ ترک تعلق رکھے لیکن اگر حالات موافق نہ ہوں اور یہ مدت دراز ہو جائے تو دو ایسے مواقع ہیں جن کو تعلقات استوار کرلینے کیلئے ہرگز گنوانا نہیں چاہئے : ایک خوشی کا موقعہ اور دوسرا غم کا موقعہ ، جسے اللہ نے خوشی کے کسی موقعہ سے نوازا تو اس کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اس موقعہ سے اپنے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑے اور انہیں بھی اپنی خوشی میں شریک کرے یقیناً اس نیک پہل سے خوشی کی لذتیں دوبالا ہو جائیں گی اور اگر موقعہ غم کا ہو تو اپنی اور اخلاقی ذمہ داری کا تقاضہ یہ ہے کہ کل کو بھول کر اپنے غم زدہ بھائی کو گلے لگالیا جائے جس پر غم کا پہاڑ ٹوٹا ہے اس مشکل گھڑی میں آپ کی یہ پہل اسے بڑا سہارا دیگی اور اس کے غم کو ہلکا کر دے گی۔

مدینہ منورہ میں جامعہ طیبہ کے استاذ اور جامع المیقات کے امام خطیب ڈاکٹر عبید سالم العمری نے اپنے جمعہ کے ایک خطبہ میں ایک عرب شیخ کے حوالہ سے ایک عبرت آموز واقعہ سنایا ، ایک درس کے بعد دو شخص کو ایک دوسرے سے گلے ملتے ہوئے دیکھا گیا معلوم ہوا کہ دونوں رشتہ دار ہیں اور چالیس سال سے دونوں کے درمیان تعلقات قائم نہیں تھے ، اس واقعہ کے تین روز کے بعد ان میں سے ایک نے شیخ کو فون کر کے بتلایا کہ میرا رشتہ دار جس سے میں نے اس روز اپنے تعلق کو بحال کیا تھا اس کا انتقال ہو گیا ، اللہ أکبر۔

یہ کتنی عبرت کی بات ہے ایک شخص جو کسی وجہ سے اگر اپنے کسی رشتہ دار سے ناراض ہے اور دونوں میں تعلقات قائم نہیں ہیں اس حالت میں اگر اس کی وفات ہوئی تو گویا ایک کبیرہ گناہ میں ملوث ہو کر وہ اس دنیا سے گیا جس کے بارے میں یہ وعید ہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہے اسکے لئے بدترین ٹھکانہ ہے اور وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس برے انجام سے بچائے اور امت مسلمہ کے افراد کو باہم شیر وشکر ہو کر رہنے کی توفیق دے آمین ۔☆☆

افتتاحیہ

آزاد لیبیا اور سلامتی کے نقوش

اسلام سے محبت رکھنے والے عرب اہل قلم عالم اسلام کے ایک اہم ملک لیبیا کے سابق حکمراں کرنل معمر قذافی کے متعلق متفق ہیں کہ وہ گمراہ، گمراہ کن، ظالم اور سنت نبویہ پر زبان طعن دراز کرنے والا تھا، چنانچہ کویت یونیورسٹی میں شریعت کالج کے شعبۂ عقیدہ ودعوت کے سربراہ ڈاکٹر بسام شطی کہتے ہیں کہ: قذافی نے اپنی تصنیف ’’الکتاب الاخضر‘‘ کو مقدس ماننے کا حکم دے رکھا تھا، اور قرآن سے کلمہ ’’قل‘‘ کو حذف کرنے کی تاکید کررکھی تھی، مکہ کے بدلے ’’بیت المقدس‘‘ کے حج کا حکم دیتا تھا، اپنے اور اپنے ماننے والوں کے مخالفین کے خون، آبرو اور مال کو مباح ٹھہرا رکھا تھا، اور جس انجام سے وہ دوچار ہوا اللہ نے اس سے مومنوں کے دلوں کو راحت عطا فرمائی ہے، وزارت اوقاف کویت کے خطیب شیخ حاي الحاي کہتے ہیں کہ: قذافی کی ’’کتاب الاخضر‘‘ اشتراکیت اور کمیونزم کا ملغوبہ ہے، اس نے سنت نبی، احادیث صحیحہ اور احادیث کے راویوں کا مذاق اڑایا ہے، اور شفاعت النبی کا ٹھٹھا کیا ہے، معروف داعی فیحان سرور کہتے ہیں: میں نے اس کی بعض باتیں سنی ہیں اس نے بعض اصحاب رسول پر زبان طعن دراز کی اور فاطمیوں کے مذہب کی خوب تعریف کی، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس نے خطباء مساجد وغیرہ کو سنت سے استدلال کرنے سے روک کر اپنی کتاب الاخضر کے متعلق کہا کہ سنت رسول کے بدلے یہی کافی ہے اور یہ سب وہ امور ہیں کہ ان سے توبہ کئے بغیر اگر مرگیا تو وہ کافر ٹھہرے گا۔

ڈاکٹر بشام شطی لکھتے ہیں کہ: بیالیس سال کی خونریزی میں پیتالیس ہزار لوگوں کے قتل، چالیس ہزار لوگوں کے لاپتہ ہونے اور اس دور میں پندرہ لاکھ لیبیائی باشندوں کے جلاوطن ہونے اور مال اور عزت آبرو کی بے پناہ بربادی کے بعد قذافی کی حکومت کا صفحہ پلٹ چکا ہے، لیبیائی قوم کے اعمال لائق شکر ہیں کہ انھوں نے کمال صبر کے ساتھ نادر قربانیوں کے نمونے پیش کئے ہیں، اور الفت، محبت، شجاعت، حسن توکل علی اللہ، دین کی مدد اور اس سے دفاع کی یادگار مثالیں قائم کی ہیں، ان کے لئے آگے کرنے کے کام کیا ہیں، ڈاکٹر شطی نے نہایت خلوص سے انھیں قیمتی مشورے دئے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: مسلسل مساجد اور شرعی مدارس کی تعمیر اور لوگوں کو دین پر عمل کے لئے دعوت دے کر اللہ کا قولا وعملا شکرگذار ہونا چاہئے، جنگوں میں جن کے اعزا کام آئے ہوں انھیں ان کے حقوق دئے جائیں، ان کے گھروں کی تعمیر کے معاوضے، کام کے مواقع، شہروں اور اسپتالوں وغیرہ کی تعمیر پر توجہ دی جائے۔

جدید لیبیا کی تعمیر کے لئے طاقت ور فوج کی تشکیل دی جائے جو اللہ کے بعد ملک اور شہریوں کی حفاظت کرسکے قبائل اور خاندانوں میں سے جن لوگوں کا تعامل ٹھیک نہ رہا ہو ان سے عفوو درگذر سے کام لیا جائے۔

قوم کو تعلیم یافتہ بنایا جائے تا کہ ان میں سے ماہرین اور باصلاحیت لوگوں کا انتخاب کیا جا سکے جو دین کا بار اٹھا سکیں اور لوگوں کے مصالح کی تکمیل کرتے ہوئے ملک سے فساد اور بگاڑ کا خاتمہ کریں اور قذافی کے ظلم سے فرار ہو کر دیگر ممالک میں پناہ گزیں شہریوں کی واپسی کا عمل شروع ہو سکے۔

پٹرول نکالنے، اس سے متعلق کارخانوں کے قیام، تعلیم، طب، اجتماعی نگہداشت وغیرہ سے متعلق شہروں اور تجربہ گاہوں کے قیام کے لئے اسلامی ملکوں کے تجربات اور صلاحیتوں سے استفادہ کیا جائے۔

سیاسی اسلامی عمل کی تصحیح کے لئے جن دوست اور برادر ملکوں نے معاونت کی ہے ان کے ساتھ سیاسی عمل جاری رکھا جائے۔

جو کچھ وقوع پذیر ہوا اس سے عبرت پکڑی جائے اور دوراندیشی اختیار کرتے ہوئے مشکلات ومسائل کو صبر وضبط سے حل کیا جائے۔

مجرمین کے خلاف عادلانہ محاکمہ کیا جائے اور جنگل کے قانون کا خاتمہ ہو اور قذافی کے حالات سے عبرت پکڑی جائے کہ حسب فرمان الٰہی اس کی بری چالیں خود اس پر پلٹ پڑیں۔

لائق شکر ہے کہ لیبیائی قوم نے سب سے پہلے شام کی مجلس انقلاب اقتدار کو تسلیم کیا، یہ شجاعت اور درست تجویز ہے کیونکہ انھوں نے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ قذافی اور شام میں اخیر تک رابطہ تھا اور شام کی ظالم حکومت نے لیبیائی حریت پسندوں کے خلاف لوگوں کو خوب بھڑکایا اور وہ قذافی کے نقش قدم پر قوم کو ہلاک کرنے کی راہ پر گامزن رہی ہے۔

علماء جو انبیاء کے وارث ہیں ان کے ساتھ ہمیشہ رابطہ ہونا چاہئے اس لئے کہ خیر کی کنجی وہی ہیں شر انھیں سے رک سکتا ہے، ان کا مقصد اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، معاشرہ کے افراد میں اتحاد کی بھی سعی ہونی چاہئے۔

اس بات سے آگاہ رہنا ضروری ہے کہ ان کے پاس محبّ بھی آئیں گے اور ان کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے والے بھی، فتنے جگانے والے اور باطنیت کی کاشت کرنے والے بھی، نشہ آور اشیاء کی ترویج کی سعی بھی ہوگی اور باطل افکار اور منظّم جرائم کے ٹھکانے بھی بنائے جائیں گے۔

مضبوط شرعی بنیادوں پر دستور سازی میں دیر نہیں کرنی چاہئے قبل اس کے کہ اقوام متحدہ کی جانب سے مغربی ممالک کے منہج کے مطابق دستور وضع کرنے کی کارروائی شروع کی جائے۔

عظیم قربانیوں کے بعد لیبیائی مسلم قوم نے سیاسی آزادی حاصل کی ہے، جدید لیبیا کی تعمیر میں عرب اسلامی مفکرین کی پرخلوص رایوں کے مطابق دین اسلام کو ان شاء اللہ بھرپور رول ادا کرنے کا موقع میسر آئے گا، آزادی کی جنگ کے بعد یہ محاذ بڑی دیدہ وری، جانکاہی، عمل پیہم اور سب سے بڑھ کر اخلاص کا طالب ہے۔ اللہ حامی وناصر ہو۔

☆☆☆

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں

فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل رسابق امام حرم، مکہ مکرمہ

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں دین اسلام کی ہدایت دی اور ہمیں خیر امت بنایا، ہم رب کی حمد بیان کرتے اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں، اس نے ہمارے لئے اپنے دین کی تکمیل فرمائی اور ہم پر اپنی نعمتیں پوری کیں، میں شہادت دیتا ہوں کہ اس اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ ورسول ہیں، جنہیں ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے، الٰہی تو اپنے بندہ ورسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اوران کے آل واصحاب پر درود وسلام نازل فرما۔ امابعد!

بندگان الٰہی! اللہ سے ڈرو اور اپنے دلوں کے اندر ایک مؤمن کامل کا تقویٰ پیدا کرو اور یہ حقیقت بخوبی سمجھ لو کہ لیل ونہار کی گردش اور ماہ وسال کا گذر زندگی کے گذرنے اور ختم ہوجانے کی دلیل ہے، ساتھ ہی یہ بھی ذہن نشین کرلو کہ کامیاب وسعادت مند وہی شخص ہے جس نے اس دنیا کے اندر کتاب اللہ اور سنت رسول کی اتباع کی اور آخرت کے لئے زاد سفر تیار کیا۔

برادران اسلام! آج ہم اس بلد امین (مکہ مکرمہ) میں ہیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور اللہ تعالی کی طرف سے آپ پر نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا، اور یہیں سے آپ نے توحید اور دین اسلام کی دعوت کا آغاز فرمایا، لوگوں کو کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان وتوحید کی روشنی عطا کی، جہالت وضلالت اور شکوک وشبہات کی تباہیوں سے نکال کر علم وعرفان کے درس دیئے، اور شر وفساد اور سرکشی وکج روی کی ہلاکت خیزیوں سے خبردار کرتے ہوئے عدل وانصاف، ورع وتقویٰ اور خشیت الٰہی کی تعلیم دی۔

اس موقع پر ہمیں تاریخ کا وہ اہم ترین واقعہ پیش نظر رکھنا چاہئے جسے ''ہجرت'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ہم ہجری سال کے ان ابتدائی ایام سے گذر رہے ہیں جو ہمیں رسول مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ''ہجرت مدینہ'' کی یاد دلاتے ہیں، مکہ وہی مقدس شہر ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی جانب سے وحی کا نزول ہوتا تھا اور آپ امین وحی جبرئیل علیہ السلام کے لائے ہوئے احکامات کی اپنی امت کو تبلیغ فرماتے اور اپنے ارشادات وافعال کے ذریعہ انہیں تعلیم دیتے تھے۔

اس دعوت حق کے نتیجہ میں آپ اور آپ کے اصحاب کو شدید ترین اذیتیں برداشت کرنی پڑیں، آپ سے پیشتر اولوالعزم پیغمبر اوران کے متبعین ابتلاء وآزمائش کے جن دشوار گذار مراحل سے گذر چکے تھے اور ایک مومن مجاہد کو ابتلاء وآزمائش کے جتنے مرحلے پیش آسکتے ہیں آپ اور آپ کے اصحاب کو بھی پیش آئے، لیکن آپ نے صبر کیا، دشمنان دین کی جانب سے پیش آنے

والی مشقتوں، اذیتوں، مصیبتوں اور آزمائشوں پر اپنے اصحاب کو صبر کی تلقین فرمائی اور امت کے لئے صبر وتحمل کی بے نظیر مثال اور اعلیٰ ترین نمونہ پیش کیا: ﴿لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوالله واليوم الآخر﴾ (الاحزاب: ۲۱) ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے رسول میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے (ترجمہ مولانا جونا گڈھی)

اللہ تعالیٰ نے جس شان کے ساتھ رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کیا، دشمنان اسلام کے خلاف جس انداز سے آپ کی مدد فرمائی اور روئے زمین پر جس طرح فتح وکامرانی عطا کی اسے دیکھ کر اللہ کی ذات پر توکل اور ایمان وتصدیق کے جذبات سے دل معمور ہوجاتا ہے اور دین برحق کی نصرت وتائید میں مر مٹنے کا حوصلہ ملتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے ساتھ ہی فتح وکامرانی اور کلمۂ اسلام کی سر بلندی کا سلسلہ شروع ہوا، کفار مکہ قبول حق سے مسلسل اعراض اور لوگوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کی پیہم کوششوں کے ساتھ ہی جب ان کی ایذارسانی کا سلسلہ بڑھا، آپ کو مغلوب کردینے اور آپ کی دعوت کو دبا دینے کی کوششیں ہونے لگیں اور پھر اس نور الٰہی کو گل ہی کرینے کے پروگرام بننے لگے، شیطان لعین کے صلاح ومشورہ اور تائید کے بعد آپ کو قتل کردینے کی تجویز پاس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم دیدیا، تاکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید کا وعدہ پورا ہو اور یہ واقعہ بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے عبرت ونمونہ بنے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ کی ناپاک سازشوں سے مطلع کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وإذيمكربك الذين كفروا ليثبتوك أو يقتلوك أو يخرجوك ويمكرون ويمكرالله والله خير الماكرين﴾ (الانفال: ۳۰) ترجمہ: اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کرلیں یا آپ کو قتل کرڈالیں یا آپ کو خارج وطن کردیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کررہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کررہا تھا اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے۔ (ترجمہ مولانا محمد جونا گڈھی)

اللہ تعالیٰ کا حکم پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آبائی وطن مکہ اور خویش واقارب کو خیر باد کہا اور مدینہ کی جانب روانہ ہوگئے، ہجرت کے اس سفر میں آپ کے یار غار اور خیر امت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے، غار ثور کے اندر سے ابوبکر صدیق نے جب دشمنوں کو باہر کھڑا دیکھا تو انہیں آپ کی فکر لاحق ہوئی، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوف وہراس نہ تھا، بلکہ آپ نہایت سکون واطمینان میں تھے اور اللہ کی معیت اور اسکی عنایت ومہربانی کو یاد دلا کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اطمینان وتسلی دے رہے تھے: ﴿لاتحزن إن الله معنا فأنزل الله سكينته عليه وأيده بجنود لم تروها وجعل كلمة الذين كفروا السفلى وكلمة الله هى العلياوالله عزيزحكيم﴾ التوبہ: ۴۰

ترجمہ: غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے پس جناب باری نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اسکی مدد کی

جنھیں تم نے دیکھا ہی نہیں اس نے کافروں کی بات پست کردی اور بلند وبالا تو اللہ کا کلمہ ہی ہے اللہ غالب ،حکمت والا ہے۔(ترجمہ مولانا محمد جونا گڈھی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اہل مدینہ کے لئے فرح وسرور بن کر آئی ،انہوں نے اپنے لئے سراپا خیر وسعادت سمجھا،ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دلوں کو سرور ملا،اللہ تعالی نے ان کے دلوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور اعلاء کلمۃ اللہ کے جذبات سے معمور کردیا اور ہر مہاجر مومن کے لئے ان کا گھر ملجا وماوی قرار پایا،وہ مہاجرین کی دلجوئی کرتے اور ان کی آمد اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے،اسی واقعہ کو قرآن مجید نے اس انداز سے بیان کیا ہے:

﴿والذين تبؤواالدار والإيمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم ولايجدون فى صدورهم حاجة مما أوتوا ويؤثرون على أنفسهم ولوكان بهم حصاصة﴾الحشر:۹

ترجمہ:اور جنھوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ)اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور اپنی طرف ،ہجرت کرکے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی میں رکھتے، بلکہ خود اپنے اوپر انھیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی سخت حاجت ہو،(ترجمہ مولانا محمد جونا گڈھی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مدینہ میں اطمینان حاصل ہوگیا اور اللہ تعالی نے آپ کو جہاد وقتال کی اجازت اور پھر اس کا حکم بھی دیدیا تو آپ نے حکم الہٰی کی تعمیل میں دشمنان اسلام سے جہاد کیا،نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالی کی مدد حاصل ہوئی اور فتوحات کا سلسلہ شروع ہوگیا،عظیم ترین فتح اس وقت حاصل ہوئی جب بدر کے میدان میں پہلی بار اسلام اور کفر کا دست بدست مقابلہ ہوا،اسی کا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے:

﴿ولقد نصركم الله ببدرٍ وأنتم أذلة فاتقوا الله لعلكم تشكرون﴾آل عمران:۱۲۳

ترجمہ:اور جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت تمھاری مدد فرمائی تھی جبکہ تم نہایت گری ہوئی حالت میں تھے اس لئے اللہ ہی سے ڈرو تاکہ تمھیں شکرگزاری کی توفیق ہو۔(ترجمہ مولانا محمد جونا گڈھی)

جنگ بدر کے بعد فتوحات حاصل ہوئیں اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ مکہ کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس فاتحانہ شان سے داخل ہوئے کہ اہل مکہ کی ماضی کی گستاخیوں سے درگذر کرتے ہوئے انہیں امان دے رہے تھے اور باب کعبہ پر کھڑے ہوکر یہ اعلان فرمارہے تھے''لا إله إلاالله وحده لاشريك له،صدق وعده،ونصرعبده،وهزم الأحزاب وحده''اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ،اللہ نے اپنا وعدہ سچ کردکھایا،اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور تمام گروہوں کو تنہا شکست دیدی۔

اس کے بعد قریش مکہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آج میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ قریش مکہ نے جواب دیا:ہمیں

آپ سے خیر ہی کہ امید ہے ،آپ ہمارے شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں ،آپ نے جواب دیا:''اذھبوا فأنتم الطلقاء'' جاؤتم سب کے سب آزاد ہو،آج تم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔

بلال رضی اللہ عنہ،جنہیں اسلام لانے کے جرم میں ہجرت سے پہلے طرح طرح سے ستایا گیا تھا،سخت اذیتیں دی گئی تھیں،اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے شدید دھوپ میں تپتی ریت کے اوپر لٹا کران کے سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا تھا،مگر اسلام کی راہ میں پیش آنے والی ناقابل برداشت اذیتوں نے دین اسلام سے پھیرنا تو کجا،اسلام پر ثابت قدم رہنے اور رب واحد کی وحدانیت کے گیت گانے کا مزید حوصلہ عطا کیا تھا،فتح مکہ کے دن وہی بلال مظلوم صنادید قریش کے سامنے کھڑے ہوکر ''الله اکبر''اور''اشھد ان لااله الا الله واشھد ان محمداًرسول الله'' کا نعرہ لگا رہے تھے اورانہیں ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دے رہے تھے،سچ فرمایا اللہ تعالی نے:

﴿إنالننصر رسلنا والذين آمنوا في الحياة الدينا ويوم يقوم الأشهاد﴾غافر:۵۱

ہم اپنے پیغمبروں کی اور جولوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے(یعنی قیامت کے دن بھی)۔

اللہ کے بندو!غور کرو کہ اللہ تعالی کی اطاعت وبندگی پر صبر اوراس کی راہ میں ہجرت وجدوجہد کرنے کا انجام کتنا اچھا ہوتا ہے،اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنے والوں کے حسن انجام سے عبرت ونصیحت حاصل کرواور دنیا کی زیب وآرائش سے دھوکہ کھا کر دنیا ہی کے ہوکر نہ رہ جاؤ،آخرت کے بمقابل متاع دنیا کی کوئی حیثیت نہیں،فرمان باری ہے:

﴿والذين جاهدوا فينالنهدينهم سبلنا وإن الله لمع المحسنين﴾العنکبوت:۶۹

ترجمہ:اور جولوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انھیں اپنی راہیں ضرور دکھادیں گے یقیناً اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا ساتھی ہے۔(ترجمہ مولانا محمد جونا گڈھی)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام لوگوں کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کا پابند بنائے اور جب تک زندہ رکھے اسلام پر اور خاتمہ ہوتو ایمان پر،آمین۔

☆☆☆

عیدمیلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر: ڈاکٹر صالح السحیمی
ترجمہ مولانا عبدالمعین سلفی

عیدمیلادالنبی منانا بدعتوں میں سے ایک بدعت ہے، جیسا کہ گذشتہ تاریخی بحث سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ یہ عید وفات نبوی ﷺ کے تقریبا چار صدی بعد ایجاد کی گئی ہے، اس کو نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور نہ ہی خلفائے راشدین نے اور نہ ہی صحابہ کرام وتابعین اور قرون مفضلہ میں سے سلف صالحین نے کیا، اگر یہ عید برحق ہوتی تو یہ لوگ اسے ضرور کرتے، پس اب حق واضح ہو جانے کے بعد جو کوئی دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے وہ گمراہی میں ہے۔

مزید وضاحت کے لئے سلف صالحین کے منہج پر چلنے والے اور کتاب وسنت کے متبعین میں سعودی عرب کے مفتی شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز اور وقت کے دیگر علماء کرام کے اقوال کا خلاصہ پیش کر رہا ہوں۔

(۱) سلف صالحین جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے بارے میں زیادہ جاننے والے تھے، آپ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے تھے، اور آپ کی شریعت کی سب سے زیادہ متابعت کرنے والے تھے، لیکن انہوں نے آپ کی پیدائش کے دن عید اور کوئی جشن ومحفل نہیں منائی اور نہ ہی اسے منانے کا حکم دیا، لہذا اس محفل، جشن اور عید کا بعد میں وجود ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہ تو اپنی میلاد کی محفل منائی اور نہ اسے منانے کا دوسروں کو حکم دیا۔

(۲) عیدمیلادالنبی کو سب سے پہلے فاطمی خلفاء نے ایجاد کیا جو لوگ اپنی زندیقیت، الحاد پسندی اور خرابی عقیدہ میں معروف ہیں

(۳) متاخرین علماء میں سے جس نے بھی اس عید کی حقیقت کو جانا تو انہوں نے دین میں بدعت سے روکنے والی قطعی شرعی دلیلوں کی بنا پر ہی اس کی تردید کیا، کیونکہ اس عیدمیلادالنبی کی کوئی اصل اور شرعی دلیل کتاب وسنت اور سلف صالحین کے اعمال واقوال سے ثابت نہیں ہے۔

(۴) آپ ﷺ کی یوم پیدائش پر محفل رچانے سے آپ کی محبت کا اظہار نہیں ہوتا، بلکہ آپ کی محبت تو یہ ہے کہ آپ کے اقوال واعمال میں آپ کی اتباع اور اطاعت وفرماں برداری کی جائے۔

(۵) عیدمیلادالنبی منانے والوں کی کثرت اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ محفل اور جشن برحق ہے، کیوں کہ کسی کام پر بھاری اکثریت کا عمل پیرا ہونا یا اس کی طرف دعوت دینا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ عمل یا دعوت صحیح ہے، بلکہ حقیقت اور حق کا

معیار یہ ہے کہ وہ عمل شرعی دلیلوں کے موافق ہو۔(۱)

(۶) جشن میلا دالنبی میں جن حرام کاموں کا ارتکاب کیا جاتا ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں، بلکہ آج تو ہنگامہ وہجوم کو جشن میلاد سے مثال دی جاتی ہے۔

شیخ علی محفوظ کہتے ہیں:

''اس وقت جن میلادی محفلوں کا انعقاد ہورہا ہے وہ بلاشبہ محرمات اور مکروہات سے خالی نہیں ہوتیں، یہ میلادی محفلیں فسق وفجور کا مرکز، عزت وناموس کی تجارت گاہ، اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو پاش پاش کرنے کی آماجگاہ بن چکی ہیں، ان محفلوں اور جلوس کے ایام میں مسجدیں ویران ہوکر رہ جاتی ہیں، لہذا اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں، اس جشن اور میلادی محفل کی برائیاں اور نقصانات اس سے حاصل ہونے والے مصالح پر غالب ہیں، اور عام شرعی قاعدہ ہے کہ حصول مصلحت پر دفع مضرت کو مقدم کیا جائے گا، اس سے بھی بڑھ کر بہت سارے جاہلوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود محفل میلاد میں حاضر ہوتے ہیں، اس میں تعظیماً اور ترحیباً کھڑے ہوجاتے ہیں، بلکہ کچھ لوگوں کا گمان ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مصافحہ کرتے ہیں''۔

شیخ اسماعیل انصاری نے اپنی کتاب ''القول الفصل'' میں لکھا ہے کہ: ''یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر اپنے قیام کی تین وجہیں بیان کرتے ہیں:

☆ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جشن میلاد میں رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں، اور ہم اس لئے قیام کرتے ہیں تاکہ آپ کا استقبال کریں، اور پھر اس باطل عقیدہ کہ بناپر آمد رسول پر عطر بیزی کی جاتی ہے تاکہ آپ خوشبو استعمال کریں، اسی طرح آپ کے لئے پانی (بنام سلسبیل) رکھا جاتا ہے تاکہ آپ اس سے سیراب ہوں، ان ساری باتوں کو علوی مالکی نے اپنی کتاب ''عیدمیلادالنبی'' میں تحریر کیا ہے، لیکن اس نے بھی اس بات کی سخت تردید کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جشن میں اپنے جسم کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں، اور جولوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں ان کے بارے میں اس کا کہنا ہے کہ: ایسا کرنا عظمت رسول کے حق میں گستاخی کی بہت بڑی جرأت ہے، لیکن افسوس کہ اس نے اپنی کتاب کو اسی پر ختم نہیں کیا بلکہ ایک باطل کی تردید کی اور دوسرے باطل کو ثابت کیا، وہ یہ کی نبی پاک کی روح اس جشن میں حاضر ہوتی ہے۔

☆یہ لوگ اس قیام کی ایک وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول کی آمد اور پھر دنیا سے آپ کے رخصت ہونے کا تذکرہ ہوتا ہے، اس وقت نبی پاک کی روح حاضر ہوتی ہے، علوی مالکی بھی اس بات کا قائل ہے، چنانچہ وہ اپنی کتاب کے

(۱) یہ لوگ اپنے آپ کو اولاد فاطمہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، محققین تاریخ نگاروں کا خیال ہے کہ ان کی اصل عبیدی یہودیوں سے ہے جوکہ عبیداللہ بن میمون بن دیصان کی اولاد ہیں، اور وہ اپنے وقت میں قدّاح کے نام سے مشہور تھا، بعض کا خیال ہے کہ قدّاح یہودی تھا، اور بعض کا خیال ہے کہ مجوسی تھا، دیکھئے، البدایۃ والنھایۃ ۱۱/۶،۱۷۱، الخطط للمقریزی ۱/۴۸

ص:۲۵ پر لکھتا ہے: ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول پاک اپنی برزخی زندگی میں اسی طرح زندہ ہیں جو آپ کے مقام ومرتبہ کے لائق ہے، اور آپ کی روح اللہ کی پوری بادشاہت میں گشت کررہی ہے، ممکن ہے کہ خیر کی محفلوں اور علم ونور کی مجلسوں میں آپ کی اور اس طرح آپ کے متبعین میں سے خالص مومنوں کی روح حاضر ہوتی ہو۔

☆اس قیام کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس وقت ذات رسول کی آمد کا ایک شخصی تصور پیدا ہوتا ہے، جیسے کہ برزنجی نے اپنے شعر میں کہا ہے:

وقد سن أهل العلم والفضل والتقى قياما على الاقدام مع احسن إمعان

بتشخيص ذات المصطفى وهو حاضر بأى مقام فيه يذكر بل دان

''متقیوں اور علم وفضل والوں نے نہایت تحقیق سے قیام کرنے کا کتنا اچھا طریقہ ایجاد کیا ہے، اس عقیدہ کے ساتھ کہ جس جگہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے آپ بذات خود موجود ہوتے ہیں''۔

اس تشخیص کی تفسیر میں علوی مالکی اپنی کتاب ''عید میلاد النبی'' کے ص:۲۸ پر لکھتا ہے: ''یہ قیام شخصیت رسول کے ذہنی تصور کی بنا پر ہوتا ہے، چنانچہ لوگ اپنے ذہنوں میں شخصیت رسول کی آمد کے تصور، اور آپ کی عظمت وبرتری کا احترام کرتے ہوئے قیام کرتے ہیں''(۱)

قارئین کرام! آپ غور کریں، اس سے بڑا جھوٹ اور کیا ہوسکتا ہے، بلکہ یہ تو حد درجہ کی گمراہی ہے کیوں کہ رسول اللہ قیامت سے پہلے اپنی قبر مبارک سے نہیں نکلیں گے، اور نہ ہی کسی سے ملیں گے، آپ تو اپنی قبر مبارک میں اللہ کی نعمتوں سے مالا مال ہورہے ہیں، اور آپ کی روح اعلیٰ علیین میں آپ کے رب کے پاس دار الکرامہ میں موجود ہے، جیسے کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿ثم انكم بعد ذلك لميتون ثم انكم يوم القيامة تبعثون﴾(المومنون/۱۵-۱۶)اور آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أنا أول من ينشق عنه القبر يوم القيامة وأنا أول شافع وأول مشفع﴾(۲)

''بروز قیامت سب سے پہلے اپنی قبر سے نکلوں گا، میں تمہارے لئے سب سے پہلا سفارشی ہوں گا، اور سب سے پہلے میری سفارش قبول ہوگی''۔

(۳)ایک اشکال اور اس کا جواب

یوں تو میلاد منانے والوں کے بہت سے شبہے ہیں، لیکن میں اختصار کے پیش نظر ان کے ایک اہم شبہہ کو بیان کر کے اسکی تردید کررہا ہوں، مزید دیگر شبہات کی تفصیل جن کو معلوم کرنا ہو وہ شیخ اسماعیل انصاری کی کتاب کا مطالعہ کریں درحقیقت

(۱)الخطط للمقریزی ۱/۴۹۰ (۲)ایضاً، احسن الکلام فیما یتعلق بالسنۃ والبدعۃ من الاحکام ص ۴۴، ۴۵

میلا د بالخصوص میلا دالنبی سے متعلق ان کا جواستدلال ہے وہ ان کی غلط فہمی پر مبنی ہے،اس پر شاعر کا یہ قول صادق آتا ہے:
’’وآفته من الفهم السقيم‘‘ ’’اصل آفت غلط فہمی ہے‘‘

میلا دیوں کا استدلال حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوشنبہ کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا ،تو آپ نے فرمایا:’’هويوم ولدت فيه وفيه انزل علی‘‘(۳)’’میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل ہوا‘‘\

ان کا استدلال اس حدیث میں وارد’’میں اسی دن پیدا ہوا‘‘ سے ہے، پھر انہوں نے اس دن کو۱۲؍ربیع الاول کے ساتھ خاص کردیا، حالانکہ یہ ان کی من گھڑت تخصیص ہے،اوران کا یہ استدلال اور تخصیص کئی اعتبار سے غلط ہے:

☆اس دن کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں دوشنبہ کو روزہ رکھتے ،لیکن اسکے برعکس اھل میلا داس دن کو کھانے پینے اور خوشیاں منانے کے لئے خاص کردیتے ہیں،مزید برآں جھوٹے اذکار اور بکواس اور مختلف قسم کی خرافات کو بجالاتے ہیں، جن کی کوئی شرعی صحیح دلیل نہیں ہوتی ہے۔

☆رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سال،مہینہ یا ہفتہ کی تخصیص کے بغیر ہر ہفتہ کے دوشنبہ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے،جبکہ یہ میلا دی لوگ سال میں ایک دن (باختلاف روایات ۸،۹ تا۱۲،ربیع الاول) کو روزہ کے لئے خاص کرتے ہیں ،خواہ یہ دن دوشنبہ کے دن کے موافق ہو یا نہ ہو،پس اس طرح بھی حکم رسول کی مخالفت ہو جاتی ہے۔

☆ساری عبادتیں توقیفی ہیں،اس لئے سال کے کسی دن یا مہینہ کو مخصوص عبادتوں کے ساتھ خاص کرنے کے لئے صحیح شرعی دلیل کی ضرورت ہے،اورہم گذشتہ مباحث میں یہ بات یقینی طور پر جان چکے ہیں کہ ربیع الاول کے مہینہ یا اس کے کسی دن کی کوئی خاص خصوصیت شریعت میں نہیں وارد ہے،لہذا اس مہینہ میں جو مخصوص عبادت بھی ایجاد کی جائے گی وہ بدعت ہوگی۔

☆ولادت رسول پاک ﷺ کے دن کی تحدید بلکہ مہینہ کی تحدید میں مورخین کا اختلاف کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ سلف صالحین آپ کے شب ولادت آنے پر کسی خاص قسم کی کوئی عبادت یا محفل نہیں کرتے تھے،چنانچہ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ آپ کی ولادت میں بھی مورخین کے درمیان اختلاف ہے،لیکن جس بات پر اکثر مورخین کا اتفاق ہے وہ یہ کہ آپ کی ولادت بروز دوشنبہ ہوئی ،لہذا اگر آپ کی شب ولادت کی صبح میں آپ کی ولادت کی وجہ سے کوئی مخصوص عبادت وجود میں آتی تو وہ سب کے درمیان معروف ہوتی اوراس میں کسی کا اختلاف نہ ہوتا۔

حافظ ابن کثیر نے دوشنبہ کے دن ولادت رسول کی تعیین کرنے کے بعد جمہور کا قول نقل کیا ہے کہ آپ کی ولادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی تھی ،علامہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب’’الاستیعاب‘‘میں کہا ہے کہ آپ کی ولادت ۲؍ربیع الاول کو ہوئی تھی ،واقدی نے بھی یہی بات ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن سے کہی ہے۔

اورامام حمیدی نے ابن حزم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی ولادت ۸؍ربیع الثانی کو ہوئی تھی ،یہی بات مالک ،عقیل ،

یونس بن یزید وغیرہم نے امام زہری سے انہوں نے محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے تاریخ نگاروں سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس آخری قول کو صحیح کہا ہے اور حافظ محمد بن موسی خوارزمی نے اسی پر اپنا قطعی فیصلہ دیا ہے، حافظ ابوالخطاب بن دحیہ نے اپنی کتاب ''التبشیر فی مولد النذیر'' میں اسی کو راجح قرار دیا ہے، ابن دحیہ نے اپنی کتاب میں ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ کی ولادت ۱۰/ربیع الاول کو ہوئی تھی، اس قول کو ابن عساکر نے ابی جعفر باقر سے اور مجاہد نے شعبی سے روایت کیا ہے۔

ابن اسحاق نے ۱۲/ربیع الاول کو راجح قرار دیا ہے۔ اسی کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں عفان سے انہون سعید بن میناء سے انہوں نے جابر اور ابن عباس کے طریق سے نقل کیا ہے، چنانچہ حضرت جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے کہ رسول پاک کی ولادت ۱۲/ربیع الاول کو دوشنبہ کے دن عام الفیل میں ہوئی، اسی دن آپ کی بعثت ہوئی، اسی دن معراج ہوئی، اسی دن آپ نے ہجرت کیا، اور اسی دن آپ کی وفات ہوئی، جمہور مورخین وعلماء کے مزدیک یہی بات زیادہ مشہور ہے۔ (واللہ اعلم)

ابن دحیہ نے بعض شیعہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ کی ولادت ۱۷/ربیع الاول کو ہوئی، اسی طرح ابن دحیہ نے ابورافع بن حافظ ابومحمد عن ابیہ کا ایک دوسرا قول نقل کیا ہے کہ آپ کی ولادت ۲۱/ربیع الاول کو ہوئی، لیکن امام ابن حزم سے منقول پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے، وہ یہ کہ آپ کی ولادت ۸/ربیع الاول کو ہوئی، جیسے کی امام حمیدی نے اس کو نقل کیا ہے، علامہ ابن کثیر نے اس قول کو بھی نقل کیا ہے کہ آپ کی ولادت ۸/رمضان کو ہوئی ہے، لیکن آپ نے اس کو بہت ہی غریب قول کہا ہے۔ (۱)

☆اکثر اہل سنت اور سیرت نگاروں کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ ۱۲/ربیع الاول بروز دوشنبہ رسول پاک ﷺ کی وفات ہوئی اور اسی دن وحی کا سلسلہ منقطع ہوا، آثار بھی اس بات پر شاہد ہیں۔ (۱)

مذکورہ اعتبار سے ۱۲/ربیع الاول کو جشن میلاد منانے کی تردید کرنے کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دین اسلام کی بنیاد اگر عقل اور رائے پر ہوتی تو ۱۲/ربیع الاول کا دن رنج وغم اور ماتم کا دن ہوتا، کیوں کہ ایسے بابرکت ایام کے ختم ہونے پر خوشی کے بجائے رنج وغم کرنا زیادہ بہتر تھا، بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ میلادی لوگ خود اختلاف میں پڑے ہوئے ہیں، اور کیسے آپ کی ولادت پر خوشیاں مناتے ہیں، آپ کی موت پر رنج وغم کا احساس نہیں کرتے۔ (۲)

علامہ ابن الحاج اپنی کتاب (المدخل) میں لکھتے ہیں: ''بہت ہی تعجب کی بات ہے کہ کیسے یہ لوگ آپ کی ولادت پر رقص وسرور کی محفلیں اور گانے بجانے کی مجلسیں اور جشن مناتے ہیں اور اسی مہینہ میں رسول پاک کی وفات ہوئی، اور امت مسلمہ آپ کی وفات سے ایسی مصیبت سے دوچار ہوئی جس کے مساوی کوئی مصیبت نہیں، لیکن اس پر رنج وغم نہیں کرتے، اس دن تو ان کو آہ وبکا کرنا چاہئے تھا اور ہر کسی کو اپنی مصیبت کے بارے میں سوچنا چاہئے تھا، اس لئے کہ رسول پاک ﷺ نے

(۱) صبح الاعشی فی صناعۃ الانشاء ۴۹۸/۳، ۴۹۹۔ (۲) احسن الکلام فیما یتعلق بالسنۃ والبدعۃ من الاحکام ص ۴۴، ۴۵۔

ارشادفرمایا:

''لیعزالمسلمین فی مصائبھم المصیبة بی''(۴)''مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی مصیبتوں پر میری مصیبت کو غالب کرلیں''

لہذا جب رسول پاک نے اپنی مصیبت کا ذکر کردیا تو آدمی کو اس کی زندگی میں جتنی مصیبتیں پہونچتی ہیں وہ سب ختم ہوجانی چاہئیں۔ذراغورتوکرو!ولادت رسول کے دن کی حقیقت کیاہےاور یہ لوگ اس مبارک مہینہ میں کس طرح ادوھم مچاتے ہیں،گاتے ہیں اور جلوس نکالتے ہیں،اورآہ وبکانہیں کرتے؟،اگراس موقع پر یہ لوگ حزن وملال کرتے تواگر چہ یہ بھی بدعت ہی تھی تاہم اس میں اپنے گناہوں کا اعتراف اور وفات رسول پرآہ وبکا کرنا زیادہ مناسب تھا،اس سے ان کے گناہ معاف ہوتے اوراس کے آثارزائل ہوجاتے،وفات رسول پررنج وافسوس کرنا ہر مسلمان پر ہمیشہ واجب ہے،لیکن وہ بھی اجتماعی طور ہر محفل اور جشن کی شکل میں نہیں بلکہ آہ وبکا کا اظہار دل میں ہونا چاہئے،اگرآنکھیں اشکبار ہوجائیں تو اچھی بات ہے،اوراشکبار نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں،بشرطیکہ دل رنج وغم اورحزن وملال سے بھرپور ہو۔(۱)

☆مذکورہ حدیث میں دوشنبہ کے دن روزہ رکھنے کی جوخصوصیت بیان کی گئی ہے،اس کے علاوہ بھی اس دن کی اور خصوصیت ہے،اور وہ یہ کہ اس دن آپ نے روزہ رکھنے پراس لئے ابھارا ہے تاکہ بندے کے اعمال اس کے رب کے پاس اس حالت میں پیش ہوں کہ وہ روزہ سے ہوں،اوراس کے اعمال کی قبولیت زیادہ ممکن ہوسکے،چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس فاحب ان یعرض عملی وانا صائم''(۲)''دوشنبہ اور جمعرات کے دن (اللہ کے پاس بندوں کے اعمال) پیش کئے جاتے ہیں،لہذا میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزہ سے رہوں''۔

عزیز بھائیو!غورکرنے کا مقام ہے کہ دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ لائق اتباع اور صحیح راستے پر ہے،کیا وہ لوگ جو ہر ہفتہ دوشنبہ کے دن روزہ رہتے ہیں اوراپنی زندگی کی ہر گھڑی میں اپنے رسول پاک کی متابعت کرتے ہوئے ہمیشہ آپ کی یاد سے اپنے سینہ کوتازہ کئے رہتے ہیں،یاوہ لوگ جو کتاب وسنت کی کسی دلیل کے بغیر سال میں ایک دن ایک مرتبہ آپ کے یاد کی محفلیں رچاتے ہیں؟اگرعقل ہے تو ذرا سوچو تو سہی ان دونوں فریقوں میں سے امن کا مستحق کون ہے؟

(جاری)

☆☆☆

(۱)احسن الکلام فیما یتعلق بالسنة والبدعة من الاحکام ص۴۴،۴۷

(۲)احسن الکلام فیما یتعلق بالسنة والبدعة من الاحکام ص۴۷،۵۲

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی

طلبہ وفارغین

مولانا اسعد اعظمی/استاذ جامعہ سلفیہ

کسی بھی تعلیمی ادارے کی کارکردگی، کامیابی اور ترقی کا اندازہ عام طور سے اس ادارے کے تربیت یافتہ فضلا کی علمی وعملی جدوجہد اور کارناموں سے لگایا جاتا ہے، کیونکہ یہی فضلا ادارے کی جملہ مساعی کا ثمرہ اور نتیجہ ہوا کرتے ہیں، دارالحدیث رحمانیہ دہلی کی نیک نامی اور اپنے مشن میں اس کی کامیابی کا صحیح اندازہ اس کے فارغین کی زندگیوں سے ہی لگایا گیا، وہاں سے جو ذرہ اٹھا آفتاب وماہتاب بن کر چمکا، اس گلستاں کی جس نے سیر کرلی ایک عالم کو معطر کردیا، کسی بھی عالم کے نام کے ساتھ ''رحمانی'' کا لاحقہ جس طرح لفظی اور صوتی اعتبار سے ذوق وسماع کو بھاتا تھا ویسے ہی علم وفضل کے اعتبار سے ایک عبقری عالم کا پتہ دیتا تھا، اس لاحقے یا نسبت کی حیثیت اس عالم کے لیے بہت بڑے تزکیے کی ہوتی تھی جو ہر اعتبار سے اس کے لیے کافی ووافی سمجھی جاتی تھی۔

دارالحدیث رحمانیہ کے اساتذہ کے اجمالی وتفصیلی کوائف کے تذکرے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان خوش نصیب ہستیوں کا بھی کچھ ذکر ہوجائے جنہوں نے اس خرمن علم وعمل سے خوشہ چینی کی تھی اور اس ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں غوطہ لگایا تھا، اس تعلق سے تاریخ کے بکھرے ہوئے اوراق میں علماء وفضلاء کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے جس نے اس تاریخی ادارہ میں اساطین علم وفن کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا، ان تمام کا تفصیلی تذکرہ تو باعث طوالت ہوگا، اس لیے اجمالی تذکرہ ہی پر اکتفا کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سب سے پہلے ان فضلائے رحمانیہ کے اسمائے گرامی ذکر کیے جارہے ہیں جو اس ادارہ کے متعلم اور معلم دونوں رہ چکے ہیں:

(۱) مولانا شیخ الحدیث عبید اللہ رحمانی مبارکپوری (۲) مولانا نذیر احمد رحمانی املوی (۳) مولانا عبدالغفار حسن رحمانی عمرپوری (۴) مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری (۵) مولانا حکیم محمد بشیر رحمانی مبارکپوری (۶) مولانا عبدالحلیم ناظم پیغمبرپوری (۷) مولانا عبیدالرحمٰن رحمانی مبارکپوری (برادر خورد حضرت شیخ الحدیث) (۸) مولانا حکیم محمد سلیمان بن محمد سلیم رحمانی مئوی (۹) مولانا عبدالصمد مبارکپوری (۱۰) مولانا کبیر الدین رحمانی (ڈھاکہ) (۱۱) مولانا محمد داود راغب رحمانی شاہ جہاں پوری (۱۲) مولانا عبدالجلیل رحمانی (۱۳) مولانا رستم علی رحمانی بنگالی۔

مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی نے اپنی کتاب ''ہندستان میں جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات'' میں دارالحدیث رحمانیہ کے تلامذہ کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

(۱) مولوی محمد شفیع آروی (۲) مولوی ابوالحسن (۳) مولوی محمد مصطفیٰ (۴) مولوی عبید اللہ پیغمبرپوری (حال مدرس سبل السلام دہلی) (۵) مولوی عبیدالرحمٰن پیغمبرپوری (۶) مولوی عبدالحلیم ناظم مرحوم (۷) مولوی شجاع الدین مرشد آبادی

(۸) مولوی محمد وقاص علی (۹) مولوی ولایت حسین (مدرسہ عربیہ ضلع بگرا، بنگال) (۱۰) مولوی عبد الرؤف مرشد آبادی (مدرسہ اسلامیہ چنگلہ لال گولہ بنگال میں) (۱۱) مولوی ریاض الدین مالدہی (مدرسہ اسلامیہ نوگاؤں میں) (۱۲) مولوی کبیرالدین ڈھاکوی (موضع بیرائڈ ڈھاکہ میں) (۱۳) مولوی انیس الرحمٰن (مدرسہ دارالعلوم باشوویب میں) (۱۴) مولوی عطاء اللہ گرداس پوری (۱۵) مولوی محمد رفیق فیروز پوری (۱۶) مولوی عبد الحکیم (ابونعیم) قصوری (مدرسہ محمدیہ گجرانوالہ میں) (۱۷) مولوی عبدالواحد، جامعہ دارالسلام عمرآباد مدراس میں (۱۸) مولوی عبدالرؤف نیپالی، مدرسہ جھنڈانگر نیپال میں (۱۹) مولوی محمد زماں، جھنڈانگر میں (۲۰) مولوی عبدالرحیم بستوی، مدرسہ عربیہ بھٹ پرہ میں (۲۱) مولوی محمد صدیق ویزگا پٹم مدراس مدرسہ عربیہ میں (۲۲) مولوی محمد عبدالرحمٰن مئوی، مدرسہ فیض عام مئو اعظم گڈھ میں (۲۳) مولوی عصمت اللہ مئو ایضاً (۲۴) مولوی شیر محمد اعظم گڈھی (۲۵) مولوی عبیداللہ مبارکپوری (۲۶) مولوی نذیر احمد وغیرہ (۱)

واضح رہے کہ نوشہروی صاحب کی یہ کتاب ۱۹۳۷ء میں تالیف شدہ ہے، لہٰذا اس وقت تک ہی کے مشاہیر فضلائے رحمانیہ کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

چند اور فارغین کے اسمائے گرامی متفرق مراجع میں دستیاب ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) مولوی ولی اللہ (۲) مولوی محمد لقمان (۳) مولوی حکم علی پنجابی (۴) مولوی عبداللطیف پنجابی (۵) مولوی فقیر اللہ پنجابی (۶) مولوی عبدالواحد بنگالی (۷) مولوی عبدالخبیر بنگالی (۸) مولوی عبدالرحمٰن تونکی (۹) مولانا ابوعبیدہ عبدالمعید بنارسی (۱۰) مولانا عبدالسلام بستوی (۱۱) مولانا زین اللہ طیب پوری (۱۲) مولانا حکیم رحمانی بریلوی کشمیری (۱۳) مولانا محمد اقبال رحمانی (۱۴) مولانا محمد ادریس آزاد رحمانی (۱۵) مولانا محمد عاقل رحمانی (۱۶) مولانا محمد خلیل رحمانی (۱۷) مولانا عزیز زبیدی (۱۸) مولانا احمد اللہ رحمانی، دلال پور بنگال (۱۹) مولانا محمد یوسف رحمانی بہرائچی (۲۰) مولانا محمد مسلم رحمانی، مالدہ بنگال (۲۱) مولانا عبدالستار رحمانی مالدہ بنگال (۲۲) قاری عبدالسبحان مئوی (۲۳) حافظ محمد ابراہیم دہلی (۲۴) حافظ عبدالوکیل بن مولوی عبید الرحمٰن عمر پوری (۲۵) مولانا محمد عثمان بن عبدالرحمٰن خان میرٹھی (۲۶) مولانا محمد بن عبدالرحیم بن ولی محمد مئوی (۲۷) مولانا ابوشحمہ عبد الرحمٰن بن سرفراز خاں (۲۸) مولانا شکراللہ بن مولا، بونڈیہار (۲۹) مولانا ابوبکر صدیق رحمانی مدھیہ پردیش (۳۰) مولانا ابوالقاسم خالد العربی، اڑیسہ (۳۱) مولانا محمد اسحاق رحمانی بن فتح محمد، گونڈہ (۳۲) مولانا محمد تسلیم رحمانی سیتا مڑھی (۳۳) مولانا ریاض احمد سعید جھمکاوی (۳۴) مولانا محمد ظہور رحمانی، دربھنگہ (۳۵) ڈاکٹر آفتاب احمد رحمانی (بنگلہ دیش) (۳۶) مولانا عبد اللہ بن شیخ عبد الشکور املوی (۳۷) مولانا عبد الباری جھمکاوی بن مولانا عبد الرشید (۳۸) مولانا عبدالباری رحمانی بن الحاج عبدالغنی، مدھوبنی (۳۹) حکیم مولانا عبدالحکیم بن حکیم مسیح الدین، مئوآئمہ (۴۰) مولانا عبد العزیز بن عبد القادر رحمانی، کرنول (۴۱) مولانا محمد حسن رحمانی، اونرہوا، بلرام پور (۴۲) مولانا محمد امین اثری رحمانی

(۱) ہندستان میں جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات، ص: ۱۲۸-۱۲۹۔

(۴۳) حافظ عبدالخالق رحمانی (۴۴) مولانا مطیع اللہ رحمانی (۴۵) مولانا محمد یوسف رحمانی مہیاوی (۴۶) مولانا ظہیر الدین رحمانی کرنول (۴۷) مولانا عبدالرحیم رحمانی، فیصل آباد، پاکستان (۴۸) مولانا امام الدین رحمانی (۴۹) مولانا زبیر احمد رحمانی (۵۰) مولانا محمد عبدہ الفلاح فیروزپوری۔

موجودہ اور فوت شدہ علماء میں کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے رحمانیہ میں داخلہ تو لیا مگر کسی وجہ سے تعلیم کی تکمیل نہ کر سکے، ان میں اکثر وہ ہیں جنہوں نے مدرسہ کی حیات کے آخری دور میں یعنی آزادی ہند سے سال دو سال قبل داخلہ لیا تھا اور ۱۹۴۷ء میں ادارہ کے بند ہوجانے کے باعث تکمیل کی سعادت سے محروم رہے، اور بعض ایسے بھی ہیں جو اپنی کسی خاص مجبوری یا عذر کی وجہ سے اس ادارہ میں تعلیمی سلسلہ جاری نہ رکھ سکے، اس سلسلے کے بعض اسمایہ ہیں:

(۱) مولانا ثناء اللہ بن محمد رستم ٹوپاٹاڑوی (۲) مولانا عزیز احمد گونڈوی (۳) مولانا عبدالقیوم رحمانی (۴) مولانا فرید احمد رحمانی (۵) مولانا مختار احمد ندوی (۶) مولانا محمد ابراہیم رحمانی (۷) مولانا عابد حسن رحمانی (۸) مولانا عبد السلام رحمانی (۹) مولانا محمد اعظمی (۱۰) حافظ محمد یحییٰ دہلوی۔

دارالحدیث رحمانیہ کے طلبہ میں متحدہ ہندستان (موجودہ ہندستان، پاکستان و بنگلہ دیش) کے مختلف صوبوں اور علاقوں کے طلبہ کے علاوہ عرب ممالک بالخصوص نجد وحجاز کے طلبہ بھی شامل ہوتے تھے، اخبار محمدی دہلی میں شائع ''نتیجہ امتحان مدرسہ رحمانیہ دہلی'' کے عنوان سے ادارہ کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ:

''بحمداللہ موجودہ مہتمم صاحب کی دلچسپی اور نگرانی کا پھل امسال یہ ملا کہ پورے مدرسہ میں صرف تین لڑکے فیل ہوئے، باقی سب پاس ہوئے، تین طلبہ کو سندیں ملیں مع نجدی چوغے اور عربی عقال کے، ایک نجدی طالب علم کو دورہ کی سند ملی اور ساٹھ روپئے سفرخرچ کے....''۔(۱)

دارالحدیث کے فضلاء ومستفیدین کی اس مختصر فہرست پر اکتفا کرتے ہوئے ایک بار پھر اس بات کا اعادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان رحمانی علمانے درس وتدریس، تصنیف وتالیف، ترجمہ وتحقیق، دعوت وارشاد، صحافت وخطابت اور دیگر وسائل وذرائع سے دین کی علم کی اور معاشرے کی نمایاں خدمت انجام دی اور ان میں سے ہر میدان میں واضح نقوش چھوڑے، ان کی خدمات کے تفصیلی جائزے کے لیے ضخیم دفتر درکار ہے، مذکورہ بالا فہرست میں سے شیخ الحدیث عبیداللہ مبارکپوری، مولانا نذیر احمد رحمانی، مولانا عبدالرؤف رحمانی، مولانا عبدالغفار حسن رحمانی، مولانا ابوعبیدہ عبدالمعید بنارسی، مولانا عبدالسلام بستوی، مولانا مختار احمد ندوی، مولانا عبدالحکیم مجاز اعظمی وغیرہم کے علمی ودعوتی کارناموں کی ایک طویل فہرست ہے جو ان کی ذاتی جدوجہد اور سعی پیہم کے ساتھ ان کی مادر علمی کی عظمت وجلال کا بھی منہ بولتا ثبوت ہے۔

☆☆☆

(۱) اخبار محمدی دہلی: ۱۵/ اکتوبر ۱۹۳۸ء، ص: ۱۴-۱۵۔

نعمتِ امن ایک عظیم انسانی ضرورت

تحریر: سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ، الریاض
ترجمہ: محمد انور محمد قاسم سلفی

سعودی عرب کے مفتی اعظم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل شیخ کی دہشت گردی کے خلاف ایک موثر تحریر کا یہ اردو خلاصہ ہے اگر چہ اس تحریر کے مخاطب سعودی عرب کے تازہ حالات کی روشنی میں اس کے عوام ہیں مگر تحریر کی افادیت کے پیش نظر معمولی ترمیم کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

امن کی نعمت انسانی ضروریات میں سے ایک ضرورت، اور شریعت کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے، نعمت امن کی وجہ سے ہی بندہ اپنے رب کی عبادت کرتا، اور اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل کرسکتا ہے، اسی نعمت کے ذریعے سے ہی طالب علم پڑھتا ہے، داعی، دعوت کا کام کرتا ہے، اور ہر کوشش کرنے والا دنیا اور آخرت میں جو چیزیں اس کے لئے موجب سعادت ہیں، اس کے حصول کے لئے کوششیں کرتا ہے، امن سے ہی روح کو اطمینان اور دل کو چین وسکون نصیب ہوتا ہے، اور اسی سے لوگ اپنی دینی ودنیوی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿أولم یروا انّا جعلنا حرماً آمناً ویتخطف الناس من حولھم﴾ (عنکبوت:۶۷) ''کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کے لئے ایک پر امن حرم بنایا ہے، جب کہ لوگ ان کے ارد گرد سے اچک لئے جاتے ہیں'' ﴿أولم نمکن لھم حرماً آمناً یجبیٰ إلیه ثمرات کل شیءٍ رزقاً من لدنا ولکن اکثرھم لایعلمون﴾ (القصص:۵۷) ''کیا ہم نے انہیں پر امن حرم میں رہنے کی جگہ نہیں دی ہے؟ جہاں ہر طرح کے پھل ہماری طرف سے روزی کے طور پر پہنچائے جاتے ہیں، لیکن ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں''۔

تمام انسانوں میں نعمتِ امن کی مکمل قدر صرف حضرات انبیاء علیھما السلام نے کی ہے، حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کو اس نعمت کی قدر کا احساس دلاتے ہوئے، اور اسکی ناقدری سے ڈراتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿أتترکون فی ما ھاھنا آمنین، فی جناتٍ وعیون، وزروع ونخلٍ طلعھا ھضیم، وتنحتون من الجبال بیوتاً فارھین، فاتقوا الله وأطیعون، ولاتطیعوا أمر المسرفین، الذین یفسدون فی الأرض ولا یصلحون﴾ (الشعراء:۱۵۲۔۱۴۶) ترجمہ: ''کیا تم دادعیش دینے کے لئے یہاں کی نعمتوں میں امن وسکون کے ساتھ چھوڑ دئے جاؤ گے، باغوں اور چشموں میں، اور کھیتوں اور کھجوروں میں، جن کے خوشے رس بھرے پھلوں سے لدے ہوئے ہوں؟ اور تم پہاڑوں کو کاٹ کر فخر ومباہات کیلئے گھر بناتے ہو، پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرے بات مانو، اور حد سے گذر جانے والوں کی اطاعت نہ کرو، جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح کا کوئی کام نہیں کرتے ہیں''۔

اور ہمارے باپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو یہاں کے باشندوں کے لئے جو دعائیں مانگیں ان میں سے یہ بھی ایک تھی: ﴿وإذقال ابرھیم رب اجعل ھذا بلداً آمناً وازق اھله من الثمرات﴾ (البقرۃ:۱۲۶) ترجمہ: ''اے میرے رب! اس شہر کو امن کا گہوارہ بنا اور یہاں کے باشندوں کو پھلوں سے رزق عطا فرما'' آپ

نے اپنی دعا کی ابتدا نعمت امن کے طلب سے کیا، اسلئے کہ اس کے حصول اور اللہ کی توفیق سے ہی خیر حاصل ہوگا۔

امن کس طرح قائم ہوگا: اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ امن کس طرح قائم ہوگا؟ ملکوں میں امن صرف اللہ کی عبادت، اسکے احکام کی اطاعت اور اسکی شریعت پر عمل کرنے سے ہی قائم ہوگا، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم فى الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذى ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امناً يعبدوننى لايشركون بى شيئا ومن كفر بعد ذلك فاولئك هم الفسقون﴾ (النور: ۵۵) ''تم میں سے جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیا، اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا، جیسا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کو بنایا تھا، اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے، اسے ثابت وراسخ کردے گا، اور انکے خوف وہراس کو امن سے بدل دے گا، وہ لوگ صرف میری عبادت کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہیں بنائیں گے، جولوگ اسکے بعد کفر کی راہ اپنائیں گے، وہی لوگ فاسق ہونگے۔

امن کی حفاظت کس طرح کریں؟ ہم امن کی حفاظت کس طرح کرسکتے ہیں؟ سب سے پہلے تو ہم اللہ کی اس نعمت پر اپنے دل، زبان اور اپنے اعضاء سے شکر بجالائیں، اس نعمت کی عظمت کا تصور کریں، اور اس نعمت کے عطا کرنے والے کی عظمت کو جانتے ہوئے اور اسکے اس فضل، احسان اور بخشش وکرم پر اس کی بارگاہ میں شکرادا کریں، اسلئے کہ شکرادا کرنے سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿وإذاتأذن ربكم لئن شكرتم لأزيدنكم ولئن كفرتم إن عذابى لشديد﴾ (ابرہیم: ۷) ترجمہ: ''اور جب تمہارے رب نے یہ خبر دی کہ اگر تم شکرادا کروگے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا، اور اگر تم ناشکری کروگے تو یاد رکھو بے شک میرا عذاب سخت ہوتا ہے''۔

اور ہر اس شخص کا ہاتھ پکڑیں جو اس نعمت کو تہس نہس اور برباد کرنا چاہتا ہے، تاکہ ایسا شخص اپنے شر وفساد اور سرکشی میں آگے نہ بڑھے، اس لئے کہ ایسے شر پسندوں کو شتر بے مہار کی طرح آزاد چھوڑ دینا، اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری ہے: ﴿ذلك بأن الله لم يك مغيراً نعمةً أنعمها على قوم حتى يغيروا ما بأنفسهم﴾ (الأنفال: ۵۳) ترجمہ: یہ اس لئے ہوا کہ اللہ جب کسی قوم کو کوئی نعمت دیتا ہے تو اسے اس وقت تک نہیں چھینتا، جب تک کہ وہ اپنی دینی حالت نہیں بدل لیتی''۔

امن کو تباہ کرنے والا گروہ: مسلمانو! دنیا میں ایک ایسا گروہ ہے جو اس امن کو تباہ کرنا چاہتا ہے اس گروہ کے نہ مقاصد صحیح ہیں اور نہ اغراض قابل قبول ہیں، بلکہ ان کی ساری کارکردگی انہی کے نقصان کی غماز، انکے ایمان کی کمزوری، اور دلوں کے ایمان سے خالی ہونے کی دلیل ہے، ان کا شغل قتل وغارت گری مچانا، اور ان کا مقصد حکمرانوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا، افراد امت کو قتل کرنا اور زمین میں فساد کے بیج بونا ہے۔

اللہ تعالی کی وہ نعمتیں جن سے نیک لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، اور جس کا شکرادا کرنے کی مخلص علمائے کرام تلقین کرتے ہیں، لیکن اس گروہ کو یہ نعمتیں ایک آنکھ نہیں بھاتیں، اس سے ان کا کینہ پرور سینہ تنگ ہوجاتا ہے، انکی ساری کدوکاوش اس بات

کیلئے ہوتی ہے کہ قوم ملت خانہ جنگی اور مصیبت وبلا میں مبتلا ہو، یہ گمراہ کن اور صراط مستقیم سے ہٹا ہوا گروہ ہے جو کہ سازش کر کے ملک وملت کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے، ایسے حالات میں تمام کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالی کا تقویٰ اختیار کریں ،اور اپنی ساری توانائیاں اس گروہ، اوران کی جانب سے لائے ہوئے فساد اور مصیبت کے خلاف، محاذ آرائی پر لگادیں۔ اسلئے کہ جب ہم نے ان کی حقیقت جان لیا ہے تو پھر اس میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ اس گروہ کے مقاصد زمین میں فساد پھیلانا، دشمنان ملک وقوم کے مقاصد کی تکمیل کرنا اوران کے لئے مہم کو آسان کر بنانا ہے، یہ دھوکا کھائی ہوئی ایک قوم ہے، جس سے کہ دشمن طاقتیں کھیل رہی ہیں، اورانہوں نے ان کو اس فتنے کی آگ کا ایندھن بنا رکھا ہے، مسلمان ہمیشہ چوکنا رہتا ہے، وہ ہر رائے اور فکر سے دھوکا نہیں کھاتا، بلکہ میزان عدل پر اس کی جانچ پڑتال کرتا ہے اور پھر اس کی حقیقت کو بھانپ لیتا ہے، کتنے ہی اصلاح، درستگی اور خیر وبھلائی کا دعویٰ کرنے والے ہیں، جن کے اس دعویٰ کے چھپے ہوئے مقاصد کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے ﴿والله يعلم المفسدمن المصلح﴾ (البقرة:۲۲۰) ترجمہ:''اور اللہ جانتا ہے کہ کون فساد پھیلانے والا ہے اور کون اصلاح کرنے والا ہے'' ﴿وإذا قيل له اتق الله أخذته العزة بالإثم فحسبه جهنم ولبئس المهاد﴾ (البقرة:۲۰۶) ترجمہ:''اوراس سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرور اسے گناہ پر امادہ کرتا ہے، پس جہنم اس کیلئے کافی ہے جو بڑا ہی برا ٹھکانا ہے''۔

یہ وہ قوم ہے جن کی کوششیں بھٹک گئیں، اور شیطان نے باطل کو ان کے لئے اس قدر مزین بنا کر پیش کیا کہ وہ صرف اسی کو حق سمجھنے لگے ﴿أفمن زين له سوء عمله فرآه حسنا﴾ (فاطر:۸) ترجمہ:''کیا جس شخص کی بداعمالیاں اس کیلئے خوشنما بنادی گئی ہوں، پس وہ انہیں اچھا سمجھتا ہے (اس شخص کے مانند ہوسکتا ہے جس میں یہ صفت نہ ہو) ﴿قل هل ننبئكم بالأخسرين اعمالاً☆الذين ضل سعيهم فى الحياة الدنياوهم يحسبون انهم يحسنون صنعاً﴾ (کہف:۱۰۴-۱۰۳) ترجمہ: (اے محمد ﷺ) آپ کہئے: کیا ہم تمہیں خبر دیں کہ (اس دن) اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھاٹے میں کون ہوگا؟ (وہ لوگ ہوں گے) جنکی دنیوی کوششیں ضائع ہوگئیں اور وہ سمجھتے رہے کہ بہت اچھا کام کررہے تھے، بے گناہوں کا ناحق قتل، اور امن قائم کرنے والے افرا کا بلاسبب خون بہانا، جس کی طرف یہ لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں، درحقیقت یہ امت کو ایذا میں مبتلا کرنے کی اندرونی سازش ہے، لیکن اللہ تعالی ہر اس شخص کے گھات میں ہے جو شر اور مصیبت پھیلانا چاہتا ہے۔

﴿ولا يحيق المكر السيّء إلا بأهله﴾ (فاطر:۴۳) ترجمہ:''حالانکہ بری سازش ہمیشہ سازشیوں کے ہی گلے کا پھندا بن جاتی ہے''۔

ملک وملت کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان عناصر سے چوکنا رہے، اور دیگر ممالک میں ہونے والے واقعات سے عبرت پکڑے، جہاں کہ لوگ لاقانونیت اور مصیبت کے شکار ہیں، اور اپنے معاشرے میں امن قائم کرنے سے عاجز ہیں، حالانکہ اس ملک میں بے شمار بھلائیاں ہیں، لیکن اللہ محفوظ رکھے کہ لوگ گروہ بندیوں کا شکار ہوکر ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے

ہیں، بندہ مسلم اللہ کیلئے اس دین سے اور اس دین کے ماننے والوں سے محبت رکھتا ہے، وہ مسلمانوں سے قلبی تعلق رکھتا ہے اور اس سے حسب استطاعت مصیبت کو دور کرتا ہے، لیکن جو شخص مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے سے خوش ہوتا ہے تو ایسا شخص اسلامی تعلیمات کا مخالف ہے ﴿والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبينا﴾ (أحزاب:۵۸) ''جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر کسی قصور کے ایذا پہنچاتے ہیں، وہ بہتان دھرتے ہیں اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں''۔

کسی کا ناحق خون بہانا کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ اور عظیم جرائم میں سے ایک جرم ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :''بندہ اس وقت تک اپنے دین کی کشادگی میں رہتا ہے جب تک کہ وہ کسی کا ناحق خون نہ بہائے'' (بخاری:۶۸۶۲)

ایسے لوگوں کو اللہ تعالی سے ڈرنا چاہئے اور اس کی بارگاہ میں اپنے جرائم سے توبہ کرنا چاہئے ،گذشتہ زندگی پر نادم وپشیمان ہونا چاہئے اور آئندہ ان جرائم کے نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا چاہئے ،اور انہیں یہ جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالی ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا ،اور قیامت کے دن بندوں کے حقوق میں ،خون ہی وہ پہلا حق ہوگا جس کا فیصلہ کیا جائے گا ،اللہ تم پر رحم کرے !اور اپنے ملک ملت کی حفاظت کرو ،اور ان شر پسندوں سے چوکنے رہو ،اور ان کے مددگار بننے ،یا ان کے لئے نرم گوشہ رکھنے ،یا ان کے کاموں کو اچھا سمجھنے ،یا ان کی پردہ پوشی کرنے سے بچو ،اس لئے کہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے ،جس میں کوئی مسلمان شک وشبہ نہیں کرسکتا ،کہ ان کی ساری کاروائیاں بگاڑ اور فساد پھیلانا ہے ،اور یہ خطا اور جرم اس قدر واضح ہے کہ جس میں کسی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ،لوگو! اللہ تعالی سے ڈرو جتنا کہ ڈرنے کا حق ہے ،اللہ کے بندو! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''جس شخص نے اپنی قوم میں امن کے ساتھ ،اپنے جسم میں صحت وعافیت کے ساتھ صبح کی ،اور اسکے پاس دن اور رات کی روٹی روزی کا انتظام ہے ،گویا دنیا اپنی ساری وسعتوں کے ساتھ اس کے پاس آگئی'' (ترمذی:۲۳۴۶/ابن ماجہ:۴۱۴۱) اس سے معلوم ہوا کہ امن اللہ کی بڑی نعمتوں سے ایک نعمت ہے اور اللہ نہ کرے ،اسکا چھن جانا اسکا ایک عذاب ہے ﴿وضرب الله مثلا قرية كانت آمنة مطمئنة يأتيها رزقها رغدا من كل مكان فكفرت بأنعم الله فأذاقها الله لباس الجوع والخوف بما كانوا يصنعون﴾ (نحل:۱۱۲) ترجمہ: ''اور اللہ ایک بستی (والوں) کی مثال بیان کرتا ہے جو پر امن اور پرسکون تھی ،اسکی روزی کشادگی کی ساتھ ہر جگہ سے آتی تھی ،پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی ،تو اللہ نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں شدید بھوک اور خوف وہراس کا مزہ چکھایا''۔

قیام امن کی ذمہ داری تمام لوگوں کی مشترکہ ہے: نعمت امن کو قائم رکھنے کی ذمہ داری صرف کسی فوجی ،یا امیر یا وزیر کی نہیں ہے ،یہ معاشرہ کے تمام افراد کی ذمہ داری ہے ،اس لئے کہ امن کا فائدہ سب اٹھاتے ہیں ،اگر معاذ اللہ بدامنی ہوجائے تو اس کا نقصان بھی سبھی کو بھگتنا پڑتا ہے ،تو جس طرح اس کا فائدہ عام ہے تو اس کا نقصان بھی عام ہے ،اسلئے ہر مسلمان (بلکہ ہر شہری) کی ذمہ داری ہے کہ امن کے قیام کی کوشش کرے ،اور کسی مجرم یا مفسد سے کوئی ہمدردی نہ رکھے ،اور یہ بات یاد رکھے

کہ اس گروہ نے ملک وملت کے ساتھ کبھی کوئی بھلائی نہیں کی، بلکہ یہ دشمنوں کے کھلونے ہیں، جنہیں یہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے مسخر کئے ہوئے ہیں، وہ ان کیلئے پلان بناتے ہیں اور یہ لوگ انکے اغراض ومقاصد کو پورا کرنے کیلئے کبھی دین، کبھی غیرت، کبھی أمر بالمعروف اور نھی عن المنکر کی آڑ لیتے ہیں، اور اللہ تعالی ہی ان کے شر وفساد کے مقاصد سے زیادہ باخبر ہے۔

معاشرے کے تمام طبقوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے، سچائی، امانت داری، اور دلی ثابت قدمی کے ساتھ ان چیلنجوں کے مقابلے میں کھڑے ہوجائیں، اے قابل احترام اساتذہ اور معلمات! آپ کے واجبات میں سے ہے کہ آپ اللہ تعالی کا تقویٰ اختیار کریں، اور اپنے مختلف مراحل کے طلباء کو حقیقت حال سے آگاہ کریں، اور اپنے دروس کو بیداری کا باعث بنائیں، شبہات کا ازالہ کریں، حقیقت واضح کریں، اور انہیں یہ بتائیں کہ یہ فتنے اور یہ مصیبتیں دشمنوں نے صرف شر پھیلانے کے لئے ہمارے معاشرے میں ڈالی ہیں۔

مساجد کے ائمہ اور خطباء کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ہر وقت مسلمانوں کو اللہ کی نعمتیں یاد دلاتے رہیں، اور انہیں آپسی اتحاد واتفاق کی تلقین کریں، اور معاشرہ میں افتراق اور انتشار، فتنہ اور مصیبت ڈالنے والے عناصر سے چوکنا رکھیں۔

صحافت اور میڈیا (چاہے وہ پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک) سے متعلق احباب سے بھی عرض ہے کہ ہماری صحافت عدل وانصاف کے اصول اور مبادی پر قائم ہو، اور ہم لوگوں کو یہ بتائیں کہ کس طرح راہ اعتدال پر چل کر اس جرم کا علاج کرسکتے ہیں؟ اور ہم اپنے اخبارات کے قارئین کو وہ گُر اور طریقے بتائیں جن پر چل کر وہ اس جرم کا سد باب کرسکیں، تمام قبائل کے رؤساء اور عمائدین کے علاوہ معاشرہ کا ہر فرد خبردار اور چوکنا رہے، اللہ کی کتاب، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مسلم حکمرانوں، اور عام مسلمانوں کا خیرخواہ رہے، ہر ایک کے پاس سچی بیداری اور خالص خیرخواہی ہو، اور ہم ایک دوسرے کو ان غلط کاروائیوں سے بچنے کی تلقین کریں، تو اللہ تعالی کی ذات سے امید ہے کہ اس میں ضرور خیر ہوگا، اسلئے کہ امت اگر نیکی اور تقویٰ پر آپس میں تعاون کرے تو اللہ کی توفیق سے کامیابی سے ہمکنار ہوگی۔

معاشرے میں تمہاری آپس میں ملاقات کرنے کی جگہیں، ہوٹل یا چائے خانوں کو، باطل اور فساد کی سرگوشی کے مرکز بنانے سے بچتے رہو، کیا آپ نے اللہ تعالی کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿یاأیھا الذین آمنو إذا تناجیتم فلاتتناجوا بالإثم والعدوان ومعصیت الرسول﴾ (المجادلۃ: ۹) ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو، تو گناہ اور ظلم وزیادتی اور رسولؐ کی نافرمانی کے لئے سرگوشی نہ کرو'۔ تمہاری سرگوشیاں ہوں تو خیر وبھلائی کے لئے، اور ان کوششوں کیلئے ہوں کہ کس طرح امت اس عظیم مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرسکتی ہے۔

والدین کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی جوان اولاد کی نگرانی کریں کہ وہ کہاں جاتے ہیں، کس سے ملتے ہیں، غرضیکہ ہم تمام نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرکے مدگار رہوں، اور اس فتنہ جو گروہ کا قافیہ تنگ کردیں، تاکہ اسے ہماری اس سرزمین پر اپنی سرگرمیوں کے لئے کوئی جگہ نہ مل سکے، ہم کو اللہ کی اس نعمت کی حفاظت کے لئے ہمیشہ چوکنا رہنا چاہئے جس کی حفاظت ہم سے پہلے ہمارے آباء واجداد نے امن واستقرار میں رہتے ہوئے کی، اور یہ واقعات جو اچانک رونما ہونے لگے ہیں، ہم اللہ

سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے نوجوانوں کو بصیرت عطا کرے، اور انہیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے، تاکہ ان سازشوں سے بچ سکیں، اور ہدایت پر گامزن رہ کر اپنے واجبات کو پورا کرسکیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مصائب کے آنے میں گناہ اور بدعملی کا بڑا کردار رہتا ہے: ﴿وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر﴾ (شوریٰ:۳۰) ترجمہ: ''تم پر جو بھی مصیبت آئی ہے وہ تمہارے (برے) کرتوت کی وجہ سے آئی ہے اور اللہ بہت سے (گناہوں) سے درگزر کرجاتا ہے'' ﴿ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت أیدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملوا لعلهم یرجعون﴾ (الروم:۴۱) ترجمہ: ''خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا ہے ان گناہوں کی وجہ سے جو لوگوں نے کئے ہیں''۔

تمام کیلئے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا، اور غلطیوں کی اصلاح کرنا، اور آپسی اتحاد واتفاق کیلئے کوشش کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ دنیا اور آخرت میں امت کی نجات اور سعادت صرف اپنے رب کی طرف پلٹنے اور اپنے دین اور صحیح عقیدے کو علمی اور عملی طور پر مضبوطی سے تھام لینے میں، اور فتنے ابھارنے والے، اور مشکلات پیدا کرنے والے تمام اسباب سے دور رہنے میں ہے، اسلئے کہ اس دین کو مضبوطی سے تھام لینا خیر اور صلاح کا سبب ہے، جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے: ''میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جارہا ہوں اگر اسے مضبوطی سے تھام لوگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے، اور وہ اللہ کی کتاب ہے (مسلم:۱۲۱۸) اللہ کی کتاب ہمارے لئے ہر برائی اور ہر آفت سے بچانے والی ہے، اگر ہم نے اس دین کو صحیح علمی اور عملی طور پر مضبوطی سے تھام لیا، اسلئے کہ اللہ اکرم الاکرمین اپنے بندوں کی کسی نعمت کو نہیں بدلتا، جب تک کہ بندے خود اس نعمت کے زوال کا سبب نہ بنیں جیسا کہ فرمان باری ہے: ﴿ذلك بأن الله لم یك مغیراً نعمة انعمها علی قوم حتی یغیروا ما بانفسهم وأن الله سمیع علیم﴾ (الأنفال:۵۳) ترجمہ: ''یہ اسلئے ہوا کہ اللہ جب کسی قوم کو کوئی نعمت دیتا ہے تو اس سے اس وقت تک نہیں چھینتا، جب تک کہ وہ اپنی دینی حالت نہیں بدلیتی جب کبھی بندوں نے اللہ نعمت کی ناشکری کرکے، اور اسکے دین کو غفلت وکاہلی سے بدل دیا، تو اللہ نے بھی ان پر اپنی نعمتیں بدل دیں، جب بندوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا، اس پر بھروسہ کیا، اور اسکی شریعت کو حاکم بنایا، اسکے دین کو قائم کیا، نیکوں کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا، تو اللہ نے ضرور ان کی مدد وتائید فرمائی ہے، اس لئے کہ اُمر بالمعروف اور نھی عن المنکر اس امت کے امن کا محافظ ہے، معاشرے میں اُمر بالمعروف اور نھی عن المنکر کا کام جتنا زیادہ مضبوط اور فعال ہوگا، اتنا ہی اللہ کی توفیق سے بچاؤ کا کام بھی پائیدار ہوگا، اس لئے کہ اللہ کا دین ہی امت کے امن، سلامتی اور استقرار کا سبب ہے۔

ہم اللہ تعالی سے ہدایت پر استقامت طلب کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے نفسوں کے شر، اور بداعمالیوں کی برائی سے محفوظ رکھے، اور ہمیں اپنے دین کی طرف اچھی طرح لوٹائے، ہمیں اور آپ کو حق پہچان کر اس کی اتباع کرنے والا، اور باطل کو جان کر اس سے بچنے والا بنائے، اسلئے کہ وہی اس کا مالک ہے اور وہی اس پر قادر ہے، اور اللہ تعالی کی بے شمار رحمتیں اور سلامتی نازل ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین۔ ☆☆☆

محاکمۂ سامرودیہ

(ازمحدث کبیر حضرت مولانا ابوعبدالکبیر عبدالجلیل صاحب سامرودی)

مولانا محمد مستقیم صاحب سلفی

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى وبعد:۔جریدۂ مصباح مجریہ جولائی واگست ۱۰۔۱۱ جلد ا، جوکہ زیرادارت مولانا عبدالجلیل صاحب رحمانی دینی، علمی، اصلاحی قابل دید ماہنامہ ہے، مدرسہ دارالعلوم الیدہ پور یوپی ضلع بستی سے شائع ہورہا ہے، اس میں ایک مضمون امام ترمذی رحمہ اللہ کے باب ماجاء فی الصلوٰۃ خلف الصف وحدہ کی ایک عبارت کے متعلق یعنی لانه قد روى من غير حديث هلال بن يساف عن زياد بن ابى الجعد عن وابصة بن معبد شائع ہوا ہے جس میں مولانا عبدالجبار صاحب کھنڈیلوی اور مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی مبارکپوری کا باہمی اختلاف نظر سے گذرا مولانا کھنڈیلوی لفظ روی کو بالبناء للفاعل پر مصر ہیں اور مولانا رحمانی مبارکپوری بالبناء للمفعول پر اس الفاظی اور سطحی اختلاف سے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے (والعلم عند الله) کہ کچھ قلبی سطح پر اثر ہے خدا کرے ایسا نہ ہو اور نہ ہی اہل تحقیق کو اس مرحلہ تک پہونچنے کی ضرورت اور نہ ہی ان کے شایان شان ہوسکتا ہے اقرؤ االقرآن ماائتلفت قلوبکم تحقیق بری نہیں مگر دل پر اثر نہیں آنا چاہئے مجھے اجازت ہو تو دو حرف میں بھی غیر جانبداری سے تحریر کردوں، میرے علم میں لفظ روی بالبناء للمفعول ہی اس محل میں صحیح ہے وجہ صحت کی یہ ہے کہ امام ترمذی قبل ازیں فرما چکے ہیں کہ وروى حديث حصين عن هلال ابن يساف غير واحد مثل رواية ابى الاحوص عن زياد ابى الجعد عن وابصة بن معبد یعنی حصین کی وہ روایت جو یہ ہلال بن یساف سے روایت کرتے ہیں بہت سوں نے ابوالاحوص والی روایت حصین کی زیاد کے طریق سے وارد ہے روایت کیا ہے، امام ترمذی اس جگہ ارشاد فرماتے ہیں: فاختلف اهل الحديث فى هذا فقال بعضهم حديث عمرو بن مرة عن هلال بن يساف عن زياد بن ابى الجعد عن وابصة اصح۔ یہاں ائمہ محدثین نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں یہ حدیث عمرو بن مرۃ عن ھلال بن یساف عن عمرو بن راشد عن وابصۃ اصح ہے، بعضوں نے کہا اصح وہ حدیث ہے کہ جسے حصین عن ہلال بن یساف عن زیاد بن ابی الجعد عن وابصۃ مروی ہے اب اس اختلاف میں امام ترمذی کا ریویوز اور محاکمہ ملاحظہ ہو، امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :وهذا عندى اصح من حديث عمر و بن مرة ۔ میرے نزدیک حصین والی روایت عمرو بن مرۃ والی روایت سے زیادہ صحیح ہے، عمرو بن مرۃ کی روایت امام ترمذی نے پہلے بیان نہیں کی تھی بلکہ اسے معلوم کرانے کی غرض سے آگے بیان کریں گے تا اس مشارالیہ حدیث سے بھی ناظرین واقفیت حاصل کرلیں اور کسی کشش وپنج میں نہ رہیں امام ترمذی اپنے دعویٰ کا ثبوت بایں اسلوب بیان فرماتے ہیں لانه قد روى من غير حديث هلال بن يساف عن زياد بن ابى الجعد عن

وابصة بن معبد ہمارے وجہ اصحیّت کی دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث حصین کی جسے ہم نے اصح ٹھہرایا ہے مروی ہوئی ہے کئی ایک حدیث سے کئی ایک طریق سے، ہلال بن یساف عن زیاد بن ابی الجعد عن وابصة بن معبد سے من غیر حدیث کے بعد لفظ عن ساقط ہوگیا ہے اس لئے کہ زیلعی نے نصب الرایہ میں باتفاق نسخہ طبع مصر و ہند لفظ لانه روی من غیر وجه هلال الخ وجہ اور حدیث میں کوئی مخالف نہیں عن هلال بالکل صحیح ہے امام ترمذی فرماتے ہیں ''اسکی اصحیّت پر ہماری دلیل یہ ہے کہ حصین کی روایت کئی طریق سے بروایت ھلال بن یساف عن زیاد عن وابصة مروی ہے پہلے بھی یہی آپ فرما آئے ہیں کہ وروی حدیث حصین عن هلال بن یساف غیر واحد مثل روایة ابی الاحوص۔ حصین کی روایت کہ جسے ہلال عن زیاد عن وابصۃ سے ابوالاحوص کے طریق سے ہے اور یہی بہت سوں نے روایت کیا ہے، یہ ہے انکی اصحیّت کی دلیل اس کے بعد اس مشارالیہ حدیث عمرو بن مرة کو دو طریق سے بیان کیا، ایک عمرو بن مرة عن زیاد عن وابصة اور دوسری عمروبن مرة عن هلال بن یساف عن عمروبن راشد عن وابصة اول میں عمرو بن مرہ کے زیاد سے روایت کرنے میں تردد پیدا کیا جاتا ہے کہ عمرو کا زیاد کے تلامذہ کی فہرست میں ذکر نہیں عمرو بن مرہ حنبلی صغار تابعین سے ہے زیاد کے بھائی سالم کے تلامذہ کی فہرست میں برابر نام ان کا موجود ہے۔ زیاد سے روایت کرنا مستبعد نہیں عدم ذکر عدم کو مستلزم نہیں ان کے صغار تابعین سے ہونے اور سالم بن ابی الجعد سے روایت میں تو کوئی شبہ ہی نہیں زیاد انھیں کے بھائی ہیں لفظ غیر حدیث میں بعد غیر وجہ تسلیم کرلیا جائے تو حدیث ھلال الخ بالاضافہ بھی صحیح، اسکا معنی یہ ہوں گے ہمارے اصح کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ هلال بن یساف کی حدیث زیاد کے طریق سے کئی وجہ سے روایت کی گئی ہے حدیث ھلال بالاضافہ روی کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہوگا بات صاف ہے ابوالاحوص جس طرح حصین سے بطریق ہلال عن زیاد عن وابصہ روایت کرتے ہیں ان حصین سے شعبہ وسفیانین احمد وسنن کبریٰ میں وعبداللہ بن ادریس ابن ماجہ میں ہشیم سنن سعید بن منصور وطحاوی میں روایت کرتے ہیں یہ ابوالاحوص کے متابع ہیں حصین سے روایت کرنے میں اور منتقی ابن الجارود میں منصور ہلال سے روایت کرنے میں اس طریق سے حصین کے متابع ہیں اور ہلال کے متابع عبید بن ابی الجعد زیاد سے روایت کرنے میں دارمی وغیرہ میں وارد ہے، بہرکیف عمرو بن مرہ کی خواہ ہلال عن عمرو بن راشد عن وابصۃ ہو یا ان کی عن زیاد عن وابصہ ہو کسی طریق سے بھی وارد ہو سب سے حصین والی روایت زیادہ صحیح ہے لانه اصحیت حدیث حصین کی علت و دلیل ہے، عمرو بن مرہ حنبلی سے کوئی واسطہ نہیں روی کو بالبناء للفاعل بنانا امام ترمذی کے مفہوم کو مختل کرنا ہے، مولانا کھنڈیلوی نے اپنی تحقیق کی بنا پر کہا ہے ان پر کسی قسم کی ملامت نہیں مجتہد بھی اجر سے خالی نہیں وفی المثل السائر لکل جواد کبدة مگر ترچھی نظر اسکی طرف کرنا تحقیقات علمیہ کی بنا پر یہ بری بات ہے ہر انسان اپنی تحقیق کے تابع ہوتا ہے طوبی لمن انصف ودارمع الحق حیث مادار والله ولی التوفیق وهوخیر رفیق وانا الراجی ابو عبد الکبیر محمدعبد الجلیل السامرودی۔☆

مورخہ ۳۰/اکتوبر ۱۹۵۲ء

مدارس میں شورائی نظام کی تنفیذ

ضرورت واہمیت، غفلت ونقصانات

مولانا عبدالمبین ندوی
استاذ جامعہ ریاض العلوم دہلی

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وامرهم شوری بینهم﴾ (الشوری:۳۸) ان کا ہر کام آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے بلاشبہ دینی مدارس کا وجود ملت اسلامیہ بھی قوم کی بقا کے لئے انتہائی ضروری ہے، اسی تعلیم کے لئے اللہ تعالی نے انبیاء کرام کو منتخب کیا، فرشتوں کے ذریعہ ان تک پہنچایا، اس سلسلہ کی تکمیل نبی آخرالزماں کے ذریعہ ہوئی اور سب سے پہلی وحی ''اقرأ باسم ربک الذی خلق'' (الخلق:) کا نزول پوری کائنات کے لئے ہوا، آج بھی یہ علم ان قوموں کو سر بلند کر رہا ہے جس نے اسے گلے لگایا، اور وہ قومیں شکست وریخت سے دوچار ہوئیں یا ہو رہی ہیں جنھوں نے اسے پس پشت ڈال دیا۔

عناصر ثلاثہ:

مدرسہ تین اہم اساسی بنیادوں پر قائم ہے۔(۱) طلبہ (۲) اساتذہ (۳) شوری یا انتظامیہ بغیر ان کے مدرسہ نامکمل ہے، انہیں سے یہاں بحث کرنی ہے۔

رہے طلباء واساتذہ تو ان کے تعارف کی یہاں ضرورت نہیں کیونکہ علم نبوت کے سیکھنے وسکھانے والوں سے سبھی واقف ہیں، البتہ وہ مدارس اور وہ ادارے یا تنظیم جو کتاب وسنت کی ترویج واشاعت کے لئے قائم ہوئے ہیں وہاں شورائیت کی تنفید وعملداری کس حد تک ہوتی ہے؟ یہ نہایت اہم موضوع ہے جس کی طرف بہت ہی کم توجہ دی گئی اور دی جاتی ہے، اور یہ موضوع لکھنے سے زیادہ عملا نفاذ سے تعلق رکھتا ہے تاہم زیر نظر مضمون میں ہم مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے جس میں شوری کی اہمیت مجلس تنفیذی کے اراکین، ان کی ذمہ داریاں، شوری کی تنفیذی صورتیں اور شوری کی عدم عملداری وغفلت سے ہونے والے نقصانات کا جائزہ لیں گے وباللہ التوفیق۔

اجتماعی زندگی کی اپنی قدریں اور اس کے کچھ اصول وتقاضہ ہوتے ہیں، بلاشبہ جماعتیں ادارے ومدارس کوئی بھی اس سے مستثنی نہیں ہو سکتے ہیں اور جو ان فطری تقاضوں اور اصولوں سے چشم پوشی برتتے ہیں اور سارے حقوق اپنے ہاتھ میں لیکر دوسروں کے حقوق سلب کر لیتے ہیں، وہ زیادہ دنوں تک منصۂ شہود پر نہیں ٹھہرتے بلکہ جلد ہی روبہ زوال ہو کر نسیا منسیا ہو جاتے ہیں۔

شوری کا شرعی مفہوم:

جس طرح اسلام ایک آفاقی مذہب ہے، اسی طرح اس کے یہاں شوری کا مقصد ومقام تمام مذاہب سے اعلی اور بہتر ہے، نصوص کتاب وسنت میں اسکی بڑی اہمیت وحکمت بیان کی گئی ہے اہل ایمان کے اوصاف حمیدہ میں شوری ایک لازمی تقاضہ

ہے، ارشاد باری تعالی ہے ﴿والذين استجابوا لربهم وأقاموا الصلوة وأمرهم شورى بينهم﴾ (الشوری: ۳۸) یعنی جولوگ اپنے رب کے فرمان کو قبول کرتے ہیں صلوۃ قائم کرتے ان کا ہر کام آپسی مشورے سے ہوتا ہے، صاحب روح المعانی شوری کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''هی استخراج الرائ لمواجهة البعض إلى البعض'' (روح المعانی ۴۲/۲۵) یعنی ایک دوسرے کے روبرو اور مقابل ہوکر رائے اور مشورہ لینا۔ علامہ ابن عطیہ بحر المحیط میں لکھتے ہیں: إن الشوريهی من قواعد الشريعة وعزائم الاحكام لاخلاف فی وجوب العزل من لا يستشير أهل العلم (بحر المحیط ۱۶/۳) یعنی شورائیت شریعت کے بنیادی اصولوں میں سے ہے جو امیر اہل علم ودین سے مشورہ نہ کرے تو اسے معزول کردینا واجب ہے، یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے صحابہ سے مشورہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا (فتح الباری بشرح صحیح البخاری ۲۸۶/۱۳)، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''من بايع رجلا بغير مشورة المسلمين فإنه لا بيعة ولا الذى بايعه (منهاج السنة النبوية لا مام ابن تيميه تحقيق مرشاد سالم ۳/ ۳۸۶، بیروت)، یعنی کسی نے مسلمانوں کی شورائیت کے بغیر بیعت کیا تو اس کے لئے بیعت نہیں ہے، اسی طرح ''السیاسۃ الشرعیۃ'' میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''إنه لا غنى لولى الأمر عن المشاورة'' کسی معاملہ کا ولی شورائیت سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

اہل شوری کے اوصاف وشرائط:

یہاں چند ایسی شرطیں بیان کی جارہی ہیں جن کا اہل شوری میں پایا جانا اشد ضروری ہیں، وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) علم: سب سے پہلے ضروری ہے کہ ارکان شوری خود تعلیم یافتہ ہوں، دینی مزاج کے حامل ہوں، علماء کے قدرداں ہوں، مدارس کے اقدار کے معترف ہوں، جس علم سے مزین ہوں اس سے مراد علم دین وسیاست ہے، مدارس سے مراد دینی درس گاہیں ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اس کے ارکان اباحیت پسند نہ ہوں کہ مغربیت ومشرقیت کے فرق کو نہ سمجھیں اور نہ جدیدیت ومارکسی نظریات کو مدارس میں داخل کرنے پر مصر ہوں۔

(۲) عدالت: اس مراد یہ ہے کہ وہ فرائض وفضائل میں مکمل ہوں اور معاصی ورذائل سے مکمل احتراز برتتے ہوں نیز دوسروں کے حقوق کی مکمل پاسداری اور لحاظ کرتے ہوں، صاحب تقوی اور پابندی صوم وصلوۃ اور امین ہوں۔

(۳) رای وحکمت: مشورہ دینے والے عمدہ رائے وحکمت والے ہوں اور دستور سازی کی اہلیت رکھتے ہوں۔

(۴) اخلاص: جس چیز کے بارے میں مشورہ دیں اس میں مخلص ہوں کوئی ذاتی منفعت شامل نہ ہو۔

(۵) تجربہ: جس معاملے میں مشورہ دیں اس میں ماہر وتجربہ کار ہوں فن میں اختصاص رکھتے ہوں۔

شورائیت اسلام کی نظر میں:

شورائیت اسلام کے نظریہ ارتقامیں ایک لازمی تقاضا ہے اس کے بغیر اجتماعی کام چلانا ضابطے کی صریح خلاف ورزی ہے شورائیت سے جہاں عدل وانصاف کی جھلک ملتی ہے وہیں کبروغروروانانیت سے انسان دور ہوتا ہے شورائیت عجز وانکساری اور درگذر کی دعوت دیتی ہے اس دینی فریضہ کا ثبوت قرآن اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی عملی سنت سے ملتا ہے،فرمان الٰہی ہے: ’’فاعف عنهم واستغفرلهم وشاورهم فى الامر (آل عمران:۱۵۹) یعنی آپ ان سے درگذر کریں،ان کے لئے استغفار کریں اور کام میں ان سے مشورہ لیا کریں،اور فرمان رسول ہے:’’يد الله على الجماعة‘‘

شورائیت کا امتیاز یہ ہے کہ اسلام نے موجودہ پارلیمانی نظام سے ۱۴سو سال قبل شورائیت کے نام سے جو نظام تشکیل دیا اس کی مثال کوئی بھی مذہب اور کوئی بھی تنظیم پیش کرنے سے آج تک قاصر وعاجز ہے، چاہے وہ سوشلزم ہو یا مارکسزم ہو یا نیشنلزم ہو یہ ساری تنظیمیں اسلام کی شورائیت کے سامنے فیل وناکام ہیں۔

ادارہ کی قسمیں:

جب ہم دینی اداروں کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کی دو قسمیں پاتے ہیں (۱) شخصی ادارے (۲) اجتماعی ادارے

(۱) شخصی ادارے: اس قسم کے ادارے شخصیت سے وابستہ ہوتے ہیں اگر چہ یہ افرادسازی میں موثر کردار ادا کرتے ہیں لیکن شخصیت کی عدم موجودگی سے وہ فوراً متاثر اور متزلزل ہوجاتے ہیں اور اکثر فنا ہوجاتے ہیں اس کی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے ہیں مثلاً عظیم جماعتی ادارہ دارالحدیث رحمانیہ جس نے بہت سے نامی گرامی علماء حدیث پیدا کئے اس کے بانی دہلی کے معروف تاجر الحاج شیخ عبدالرحمٰن (م ۱۹۲۱ء) اور چھوٹے بھائی شیخ عطاء الرحمٰن متوفی (۱۹۳۸ء) اخوین نے دارالعلوم دیوبند کی مسلکی عصبیت کے نتیجہ میں قائم کیا تھا جہاں ۶۰/۷۰ اہل حدیث طلبہ حنفی بن کر پڑھ رہے تھے چنانچہ علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی کی ترغیب پر دونوں برادران نے یہ مدرسہ قائم کیا تھا جو بڑی شان سے چلا ان کے بعد اس کا وجود ختم ہوگیا ،اس میں بہت کچھ دخل تقسیم ہند کا بھی تھا اور آج وہاں شفیق میموریل انٹر کالج (باڑہ ہندوراؤ) قائم ہے،حالانکہ یہ جمعیت کی ملکیت تھی کیا اچھا ہوتا ہے کہ اسے واپس کردی جاتی اس کی بازیابی کے لئے کوششیں بھی ہوئیں مگر کامیابی نہ ملی،اسی طرح جامعہ اعظم (مسجد اہل حدیث بلی ماران) سن تاسیس ۱۳۵۵ھ دور اول کے اساتذہ میں مولانا محمد سورتی،مولانا احمد سہارنپوری،مولانا تقریظ احمد سہسوانی وغیرہ تھے،عرصہ سے یہ مدرسہ بھی بند ہے،مدرسہ سبل السلام،(پھاٹک حبش خاں دہلی) بانی الحاج محمد عمر الحاج عبدالحق تیزاب والے،یہ مدرسہ بھی عرصہ سے بند ہے،مدرسہ رشیدیہ مسجد اہل حدیث اجمیر گیٹ دہلی،یہ مدرسہ بھی ۱۹۴۷ء سے بند ہے،مدرسہ فیاضیہ ۱۳۵۱ھ بانی الحاج فیاض الدین حافظ حمید اللہ (کشن گنج) بھی عرصہ سے ناپید ہوچکا ہے،اسی طرح سے مدرسہ انوار العلوم (پرساعماد سدھارتھ نگر،یوپی) بھی کئی سالوں سے بند ہے،ان کے علاوہ بہت ساری مثالیں ہیں جو اہل علم سے مخفی نہیں۔

(۲) اجتماعی ادارے: جوادارے اجتماعی بنیادوں اورشورائی نظام کے ساتھ قائم ہوتے ہیں وہ دیر پا اور موثر وفعال ہوتے ہیں کیونکہ ایک شخص کی رائے اتنی صائب ودرست نہیں ہوسکتی جتنی کہ چند افراد پر مشتمل شوری کی رائے وزنی ہوگی ،رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحابی جلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان گذر چکا ہے کہ آپ اپنے صحابہ سے سب سے زیادہ مشورہ لینے والے تھے۔

اسی طرح شوری کی ماتحتی میں چلنے والے ادارے کسی فرد واحد کے اردگرد نہیں گھومتے نہ کسی ایک کی ملکیت متصور ہوتے ہیں چنانچہ ان پر جب کوئی افتاد پڑتی ہے تو نہ صرف ایک ہاتھ بلکہ سوسائٹی کے بہت سارے ہاتھ اس کے تعاون کے لئے بلند ہوتے ہیں اسی طرح انفرادی اداروں کا وجود خطرے میں رہتا ہے جس کی چند مثالیں اوپر دی جاچکی ہیں نام لیکر کسی کی دل آزاری مقصود نہیں۔

مدارس کی ایک قسم موقوفہ اداروں کی ہیں جن کی مثالیں شمال وجنوب میں ہمارے سامنے ہیں واقف اس کے مفادات کی زیادہ فکر رکھتا ہے،مثلاً شمال میں جامعہ سراج العلوم بونڈیہار اور نیپال میں جھنڈانگر،جنوب ہند میں دارالسلام عمرآباد ایسے ادارے شوری ہی کے تحت آتے ہیں جو آج تک بارآور ہیں۔

مدارس میں شوری کا قیام:

کسی ادارہ کے انتظام وانصرام کے لئے کم ازکم تین کمیٹیاں بنائی جائیں،جودستور کے مطابق اپنے اپنے اختیارات کو ادارہ کی ترقی وتعمیر میں استعمال کریں۔

(۱) مجلس تنفیذی (۲) مجلس استشاری (۳) ممبران وارا کین

(۱) مجلس تنفیذی میں کم ازکم ذیل عہدے ہوں۔

(۱) صدر ادارہ (۲) نائب صدر (۳) ناظم (۴) نائب ناظم (۵) خازن (۶) محاسب (۷) ان کے علاوہ عاملہ اور شوری کے ارکان بھی مناسب تعداد میں ہوں جو تعلیم یافتہ اور مخلص ہوں اور علاقہ کے مختلف حصوں اور برادریوں کے ہوں جس سے شوری میں توازن برقرار رہے۔

شوری کی تنفیذ کی صورتیں:

(۱) صدر ادارہ مجلس شوری کی میٹنگ میں سالانہ رپورٹ پیش کرے۔

(۲) ادارہ کا سالانہ بجٹ صدر/ناظم ادارہ مجلس عاملہ شوری کی منظوری سے طے کرے۔

(۳) کسی بھی عہدہ کے انتخاب کے لئے اکثریت رائے کا لحاظ رکھا جائے ''وامرھم شوری بینھم''

(۴) صدر وناظم اپنے نائبین کے ساتھ خازن ومحاسب کی تعیین کرکے شوری سے استصواب رائے لے۔

(۵) ناظم ادارہ کی حیثیت ،متولی وسکریڑی کی ہوتی ہے نیز اس کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اسکے املاک منقولہ

وغیر منقولہ کی ہر طرح سے حفاظت کرے، جبکہ اس وقت معاملہ اسکے برعکس ہورہا ہے، بیشتر نظماء مدرسہ کی ملکیت کو ذاتی ملکیت سمجھ کر من مانی تصرف کرتے ہیں۔

(۶) ادارہ کے تمام دستاویزات مجلس تنفیذی کی مرضی ومنشاء کے مطابق رکھے جائیں۔

(۷) تعلیمی امور کا ذمہ دار ناظم تعلیمات یا ناظم اعلی ہوگا۔

(۸) ناظم محاسب کی مدد سے سالانہ آمد وصرف کا حساب مرتب کرائے

(۹) کسی بھی ادارہ میں تعلیم میں بہتری لانے اور نصاب تعلیم میں نظر ثانی کرنے کے لئے ایک بورڈ قائم کیا جائے مدیر التعلیم مدرسہ کے اساتذہ میں سے ہو اور باقی اعلی تعلیم یافتہ لوگ ہوں۔

(۱۰) اساتذہ کو بھی عاملہ اور شوری میں رکھا جائے ایسا ہمارے مدارس میں بہت کم ہوتا ہے چاہے وہ مدارس ابتدائی درجات کے ہوں یا عالیہ درجات کے ہوں، ناظم عموما مدرسین کو اپنا دست نگر سمجھتے ہیں اور شوری میں رکھ کر اپنا حریف تصور کرتے ہیں، جس سے تعلیم توازن نہیں ہوتا، ناظم نے جس چیز کا حکم دے دیا ہے مہتمم یا صدر مدرس کو کرنا لازمی ہے۔

لائحہ عمل برائے انتظامیہ:

انتظامیہ کی ذمے داری یہ ہے کہ افرادی و مادی وسائل بروقت فراہم کرے جیسے اسٹاف، عمارت، درس گاہ لائبریری، کھیل کود کے سامان اور میدان وغیرہ اس طرح صدر مدرس کی ذمہ داری تمام اسٹاف میں خوشگوار تعلقات پیدا کرنے میں کلیدی کردار ادا کرنے کی ہوتی ہے تاکہ مدرسہ جنگل کا معاشرہ اور دنگل کا اکھاڑہ نہ بن جائے اسی طرح انتظامیہ کے مابین توافق پیدا کرنے میں صدر مدرس کا رول اہم ہوتا ہے، نیز اگر نئے مسائل پیدا ہوں تو انتظامیہ اور تدریسی عملہ مل کر اسے سلجھانے کی کوشش کریں اور مذکورہ امور میں غفلت برتی گئی تو مدرسے میں تعلیمی ترقی اور طلبہ کی تربیت وذہن سازی میں زبردست خلل واقع ہوگا، بلکہ یہی آج ہورہا ہے۔

مدارس کا عظیم سانحہ:

ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں عوام کو زیادہ تر مشورے نکاح، طلاق، وراثت، وغیرہ امور میں درکار ہوتے ہیں اگرچہ تجارت، مالی امور، علاج ومعالجہ جیسے امور میں بھی مشورہ طلبی میں اضافہ ہوا ہے جیسا کہ رسائل وجرائد اور مختلف اکادمیوں کے جائزوں سے ظاہر ہوتا ہے اب اس سوال پر سنجیدگی سے غور کیا جانا چاہیئے کہ کیا مدرسہ ہی ایسا ادارہ ہے جو کسی شوری سے آزاد ہو کیونکہ اس وقت غیر شورائی مدارس (جیبی) کے قیام کی ہوڑ لگی ہوئی ہے یہ سلسلہ پورے ہندوستان میں دراز ہے، جس سے قوم کو علمی فائدہ حاصل ہونے کے بجائے چند لوگوں کو مالی فائدہ ضرور مل رہا ہے، جس سے مکانات کی تعمیر اور گاڑی موٹر کی خرید میں مدد ملتی ہے، دور نہ جائے دلی سے متصل ایک علاقہ ''لونی'' ہے جہاں جیبی مدارس کی اس قدر کثرت ہے جس کا شمار نہیں، لیکن عملی اور شورائی طور پر شاید چند ہی ہوں، اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں مدارس کا مخالف ہوں بلکہ قومی

ترقی کے لئے مدارس کا ہونا ہی انتہائی ضروری سمجھتا ہوں، لیکن عملی طور پر وہ ظاہر ہوں اور کام کر رہے ہوں۔

کسی بھی ادارے میں تعلیمی معیار بلند کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے از سر نو منظم کر کے اس کا نظام جامع ومانع باصلاحیت علماء کے ہاتھوں دیا جائے یہ پہلو حد درجہ قابل غور اور لائق توجہ ہے مگر اس کی طرف توجہ بہت کم کی جاتی ہے، اسکی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مالی سرمایہ علماء کے پاس نہیں ہوتا ہے جو کسی بھی ادارہ کے لئے انتہائی ضروری شئی ہے اس لئے آج مدارس کے نظماء وصدور اکثر وبیشتر ایسے لوگوں کو مقرر کیا جاتا ہے جو تاجر، صاحب ثروت امیر چودھری یا دنیاوی ٹھیکیدار ہوں، چاہے وہ دینی تعلیم سے یکسر نابلد ہوں جبکہ تمام عصری اداروں کے تمام عہدیدار تعلیم یافتہ اور معیاری لوگ ہوتے ہیں بقول شخصے (غالبا مولانا مختار احمد ندویؒ) ''یہ صرف مدرسہ کی مصیبت یا کرامت کہیے کہ اس کی باگ ڈور جاہل عوام کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اور علماء محض ان کے دست نگر ہوتے ہیں، تعجب کی بات ہے کہ ملک کی یونیورسٹیوں کا نظام وہ لوگ چلائیں جو اس علم کے ماہر ہوں اور مدارس کا نظام جاہل اور ساہوکار چلائیں یہ ایک سانحہ ہی ہے''۔

غفلت ونقصانات:

انتظامیہ جب شورائی نظام کے تحت چلے گی تو اساتذہ کا تقرر، طلباء کا داخلہ، مدرسہ کی تعمیر وترقی پر مثبت فیصلہ لے گی بصورت دیگر نقصانات کا دائرہ وسیع ہوگا ایک نقطہ نظر کا خیال ہے کہ ہمارے نظام تعلیم میں جو خرابی پائی جاتی ہے تو اس کی جڑ ارباب مدرسہ اور اس کی انتظامیہ ہوتی ہے، نیز مدرسہ کا ایک بڑا نقصان انتظامیہ میں آپسی گٹ بازی مالی خرد برد یا پیرل باڈی کی تشکیل ہے جو کسی بھی مدرسے کے حق میں زہر ہلاہل سے کم نہیں اور جب صاف ستھری انتظامیہ کسی بھی ادارے میں موجود ہوگی تبھی سارے تعلیمی وانتظامی کام بخوبی انجام پائیں گے بشکل دیگر سارے کام ادھورے اور ناقص رہیں گے بقول مولانا عبدالمعید صاحب ''جماعتی ادارے ان اجتماعی تقاضوں کو نظر انداز کرتے رہتے ہیں اس کی پاداش میں ادارے سکڑتے کملاتے رہتے ہیں ان کو تسلسل اور استقرار نصیب نہیں ہوتا'' (ماہنامہ الاحسان فروری ۲۰۰۲ ص:۱۴)

خلاصہ:

الغرض ذمہ داران مدارس وشوری کو بڑی سنجیدگی سے سوچنا چاہیئے کہ ان اداروں کا وقار وکردار موجودہ حالات میں جبکہ اعدائے اسلام اسے دہشت گردی کے اڈے بتاتے ہیں کیسے برقرار رہ سکتا ہے، یہاں تعلیمی بحران وتربیتی فقدان کو دور کیسے کیا جاسکتا ہے؟ یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب ہمارے اداروں میں شورائیت کی صحیح تنفیذ ہو اور جہاں شورائیت کے بجائے ذاتی رائے کو قانون کا درجہ حاصل ہو وہاں نظم ونسق معطل اور طلبہ واساتذہ اور انتظامیہ میں توافق وہم آہنگی کے بجائے باہمی منافرت جنگ وجدال کا ماحول ہوتا ہے، جس سے تعلیم وتربیت کا جنازہ نکل جاتا ہے اور یہ صورت حال آج بیشتر مدارس میں دیکھنے میں آتی ہے اور تھوڑی سی غفلت کے نتیجے میں یہ قوم ''یک لحہ غافل بودم وصد سالہ دور شدیم'' کا مصداق نظر آتی ہے اس لئے ضرور ہے کہ پورے نظام مدارس کو دین ومنہج رسول کے تابع کر دیا جائے ورنہ اس سے ہونے والے مزید نقصانات کو کوئی روک نہیں سکتا ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

☆☆☆

علامہ اقبال
خطوط کے آئینے میں

شاد عباسی رمالتی باغ، بنارس

مکتوب نویسی نثر کی ایک مستقل مفید اور دلچسپ صنف ہے۔ خط دو آدمیوں کے درمیان اظہار اور ابلاغ کا ایک آلہ کار ہے جو ذاتی اور شخصی ہونے کے باوجود مکتوب نگار کے مرتبے اور زبان و اظہار کی خوبیوں کی بنا پر عام قاری کی دلچسپی کا باعث ہوتا ہے، یہی وہ صنف ہے جس کے وسیلے سے کاتب کی تہہ دار شخصیت، مافی الضمیر، کیرکٹر، اخلاق و عادات کے علاوہ دوسروں کے متعلق اس کی حقیقی رائیں نیز اس عہد کی معاشی، وسیاسی زندگی کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ شعر و ادب کی دوسری اصناف میں تخلیق کار کے ذاتی رویئے اور خیالات پوری طرح مترشح نہیں ہوتے جب کہ مکتوبات لکھنے والے کی نفسیات اس کی فکر و شعور فہم و ادراک تک ہماری رسائی ہو جاتی ہے۔

علامہ اقبال نے اردو کے علاوہ جرمن، انگریزی، فارسی اور عربی میں خطوط لکھے ہیں جن میں اکثر اردو ترجمہ کے ساتھ موجود ہیں۔ علامہ اقبال کے خطوط ان کی شخصیت اور فکر و بصیرت کا ایسا آئینہ ہیں جن کے وسیلے سے اقبال کے اسرار حیات سے پردے اٹھتے ہیں۔ علامہ اقبال کی شہرت وعظمت ان کی شاعری کی وجہ سے ہے۔ ان کی شاعری کے حوالے سے انہیں ایک عظیم مفکر، شاعر اور فلاسفر تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اقبال کے نثری اثاثے کم اہمیت نہیں رکھتے بالخصوص اقبال کے مکاتیب، جو ان کی فکر و نظر کی ترجمانی کرتے ہیں۔ چنانچہ ادبی وسیاسی، تاریخی، سماجی، اور تہذیبی موضوعات ان خطوط میں در آئے ہیں علاوہ ازیں اپنے مکتوب الیہم کے ساتھ قرآن و حدیث، فقہ، تصوف، اور دین و شریعت کے مختلف پہلوؤں پر انھوں نے تبادلہ خیال کیا ہے اور مختلف تحریکوں، ان کے اصولوں اور نظریات پر اپنے ردعمل کا اظہار کیا ہے۔

طالب علمی کے زمانہ میں علامہ کو کیا خبر تھی مجھ پر ہزاروں کی تعداد میں کتابیں لکھی جائیں گی جیسا کہ عام طور سے طالب علمی کے زمانے میں ہونہار طالب علم کچھ کرنے کی چاہ رکھتا ہے، علامہ کے اندر بھی ابتدا سے تھی۔ اس کا ثبوت اس خط سے ملتا ہے۔ علامہ جب لاہور گورنمنٹ کالج کے بورڈنگ ہاؤس میں تھے اسی وقت ان کے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ کیوں نہ ساری دنیا کے بڑے بڑے شاعروں کا ایک فوٹو البم تیار کیا جائے، ان دنوں بھی انھوں نے صرف اپنے شہر یا اپنے ملک کے شاعروں کے بارے میں نہ سوچا بلکہ ساری دنیا کے بارے میں سوچا۔ چنانچہ مولانا احسن مارہروی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

''ایک تکلیف دیتا ہوں، اگر آپ کے پاس استاذی حضرت داغ کی تصویر ہو تو ارسال فرمایئے گا، بہت ممنون

ہوں گا۔اگر آپ کے پاس نہ ہوتو مطلع فرمائیے گا کہ کہاں سے مل سکتی ہے۔میں نے تمام دنیا کے بڑے بڑے شاعروں کے فوٹو جمع کرنے شروع کیے ہیں،چنانچہ انگریزی،جرمنی اور فرنچ کے فوٹو کے لیے امریکہ لکھا ہے۔غالبًا کسی نہ کسی استاد بھائی کے پاس تو حضرت کا فوٹو ضرور ہوگا۔اگر آپ کو معلوم ہوتو از راہ عنایت جلد مطلع فرمائیے۔حضرت امیر مینائی کے فوٹو کی بھی ضرورت ہے۔''

منکسر المزاجی کے تناظر میں اس خط پر نظر دوڑائی جائے۔حبیب الرحمٰن خان شیروانی کو لاہور سے لکھتے ہیں۔''مخدوم ومکرم حضرت قبلہ خان صاحب السلام علیکم۔آج صبح آپ کا نوازش نامہ ملا۔حقیقت یہ ہے کہ آج مجھے اپنے ٹوٹے پھوٹے اشعار کی داد مل گئی۔بعض بعض جگہ جو تنقید آپ نے فرمائی ہے بالکل درست ہے۔بالخصوص لفظ چھبہ کے متعلق مجھے آپ سے کلی اتفاق ہے۔'' یہ علامہ کی منکسر المزاجی کا بین ثبوت ہے کیوں کہ شاعرانہ مزاج اس قسم کے ریمارک کو باآسانی قبول نہیں کرتا۔حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کو ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں۔''مخدوم ومکرم خان صاحب السلام علیکم۔آپ کا نوازش نامہ لاہور ہوتا ہوا مجھے یہاں ملا،میں ایک مصیبت میں مبتلا ہوں،اس وقت لاہور سے ایک ہزار میل کے فاصلہ پر برٹس بلوچستان میں ہوں آپ بھی خدا کی جناب میں دعا کریں کہ اس کا انجام اچھا ہو۔آپ کا خط حفاظت سے صندوق میں بند کردیا ہے نظر ثانی کے وقت آپ کی تنقیدوں سے فائدہ اٹھاؤں گا۔اگر میری ہر نظم کے متعلق آپ اس قسم کا خط لکھ دیا کریں تو میں آپ کا نہایت ممنون ہوں گا۔ آپ کا اقبال از فورٹ سنڈیمن۔برٹس بلوچستان

مولانا سید سلیمان ندوی کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔''مخدوم ومکرم جناب قبلہ مولوی صاحب السلام علیکم۔معارف میں ابھی آپ کا ریویو (مثنوی رموز بیخودی پر) نظر سے گذرا ہے جس کے لئے سراپا سپاس ہوں۔آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ میرے لیے سرمایۂ افتخار ہے،اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔صحت الفاظ ومحاورات کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے ضرور صحیح ہوگا لیکن اگر آپ ان لغزشوں کی طرف بھی توجہ فرماتے تو میرے لیے آپ کا ریویو زیادہ مفید ہوتا اگر آپ نے غلط الفاظ ومحاورات نوٹ کر رکھے ہیں تو مہربانی کرکے مجھے ان سے آگاہ کیجیے کہ دوسرے ایڈیشن میں ان کی اصلاح ہوجائے،غالبًا آپ نے ''رموز بیخودی'' کے صفحات پر ہی نوٹ کیے ہوں گے،اگر ایسا ہوتو وہ کاپی ارسال فرمادیجیے۔میں دوسری کاپی اس کے عوض میں آپ کے پاس بھجوادوں گا۔اس تکلیف کو میں ایک احسان تصور کروں گا۔

مخلص اقبال لاہور

اکبرالہ آبادی نے ان کے اشعار پر کہیں اعتراض بھی کیا ہے اس کے باوجود علامہ انھیں اپنا پیر مانتے تھے اور انھیں پیر مشرق لکھا کرتے تھے۔۶/ اکتوبر ۱۹۱۱ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں:

مخدوم ومکرم جناب قبلہ سید صاحب السلام علیکم۔کل ظفر علی خاں صاحب سے سنا تھا کہ جناب کو چوٹ آگئی،اسی وقت

سے میرا دل بے قرار تھا اور عریضہ خدمت عالی میں لکھنے کو تھا کہ جناب کا محبت نامہ ملا۔ دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس تکلیف کو رفع کرے اور آپ کو دیر تک زندہ رکھے، تا کہ ہندوستان کے مسلمان اس قلب کی گرمی سے متاثر ہوں جو خدا نے آپ کے سینے میں رکھا ہے۔ خدا کرے وہ وقت جلد آئے کہ مجھے آپ سے شرف نیاز حاصل ہو اور میں اپنے دل کو چیر کر آپ کے سامنے رکھ دوں۔ لاہور ایک بڑا شہر ہے لیکن میں اس ہجوم میں تنہا ہوں، ایک فرد واحد بھی ایسا نہیں جس سے دل کھول کر اپنے جذبات کا اظہار کیا جا سکے۔''

تصوف کی موجودہ شکل اور اس کے منفی اثرات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اکبرالہ آبادی کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں: پنجاب میں علماء کا پیدا ہونا بند ہو گیا ہے، اور اگر خدا تعالیٰ نے کوئی خاص مدد نہ کی تو آئندہ بیس سال نہایت خطرناک نظر آتے ہیں۔ صوفیا کی دوکانیں ہیں مگر وہاں سیرتِ اسلامی کی متاع نہیں بکتی۔ صدیوں سے علما اور صوفیا میں طاقت کے لیے جنگ رہی جس میں آخر کار صوفیا غالب آ گئے، یہاں تک کہ اب برائے نام علماء جو باقی ہیں وہ بھی جب تک کسی نہ کسی خانوادے میں بیعت نہ لیتے ہوں، ہر دل عزیز نہیں ہو سکتے۔ یہ روش گویا علماء کی طرف سے اپنی شکست کا اعتراف ہے۔ مجدد الف ثانی۔ عالمگیر اور مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم نے اسلامی سیرت کے احیا کی کوشش کی۔ مگر صوفیا کی کثرت اور صدیوں کی جمع شدہ قوت نے اس گروہ احرار کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ اب اسلامی جماعت کا محض خدا پر بھروسہ ہے'' اکبرالہ آبادی ہی کو ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''البتہ اگر آپ تصوف کی تاریخ لکھیں اور بتائیں کہ تاریخی اعتبار سے تصوف کا تعلق اسلام سے ہے یا نہیں تو یہ رسالہ نہایت مفید ثابت ہوگا۔ والسلام۔

مولانا گرامی کے نام ایک خط میں علامہ تحریر فرما رہے ہیں: ہاں آج کل کے جھوٹے صوفیا پر بھی چند اشعار ملاحظہ ہوں۔ مقصود ان اشعار کا یہ ہے کہ ان لوگوں نے عرس کو حج تصور کر لیا ہے اور اس طرح حرمین کے حقوق کو تلف کر کے چھوٹی چھوٹی نماعتیں حلقۂ اسلام کے اندر بنالی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جمعیت حقۂ اسلامی اپنی اصلی صورت میں قائم نہیں رہی۔

پروفیسر عبدالحق صاحب اپنی کتاب ''اقبال اور اقبالیات'' میں خطوط ہی کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں ''کسی بھی حرکی نظری حیات کے مبلغ کے لیے صوفیانہ قیل وقال قبول نہیں ہو سکتے۔ وحدت وکثرت یا وجود موجود کے دل فریب تصورات نے تکفیر وتوہم کی ایک دنیا آباد کی۔ جن سے شریعت گریباں گیر رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ علمائے شریعت نے ہر دور میں ان کی ضرر رسانی سے معاشرہ کو محفوظ رکھنے کی تاکید کی ہے، اقبال کے نزدیک اسلام میں یہ اجنبی پودا ہے جس نے یونانی عجمی اور ہندی تصورات کے بطن سے جنم لیا ہے اور قوائے عمل کو شل کیا ہے۔ اقبال نے کم از کم دس خطوں میں اس کی مخالفت کی ہے۔ جن کے مندرجات کا ماحصل یہ کہ تصوف یونان وعجم اور ہندو زائیدہ ہے، یہ اسلام سے مغائرت رکھتا ہے، ایرانی شعرا نے طرح طرح سے بیان

کر کے اسے مقبول بنایا۔ یہ تمام تر دور انحطاط کی مرہون منت ہے مذہب کا مقصد عمل ہے۔ترک عمل نہیں۔ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں ایرانی شعرا کے خمیر میں مجوسیت کا خون اور پرانے عقائد کی بازگشت موجود تھی،عربوں سے وہ مغلوب ہوگئے تھے۔مگر ان کے عقائد وافکار میں زرتشتی عناصر غیر شعوری طور پر کارفرما رہے ہیں۔علامہ شبلی نے فردوسی کے باب میں بڑی صراحت سے اس نفسیاتی کشاکش پر بہت ہی فکر انگیز گفتگو کی ہے۔''

علامہ کی معاشی پریشانیوں کی بات کی جائے تو بڑے بڑے انگریز حکام اور یونیورسٹیوں میں اثر ورسوخ رکھنے اور ملازمت کی پیش کش کے باوجود آپ ملازمت کے لیے خودکوامادہ نہ کرسکے۔

علامہ اقبال بھی انسان تھے ان کے سینے میں بھی فطرتاً ایک محبت بھرا دل تھا،ایسا دل جو صنف نازک کی اداوں،زیرلب تبسم یادل جوئی سے مغلوب ہوجاتا ہے۔مہاراجہ کشن پرشاد کے نام ایک خط میں علامہ تحریر فرماتے ہیں۔

''الور کی ملازمت نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ تنخواہ قلیل تھی،سات آٹھ سو روپے ماہوار تو لاہور میں بھی مل جاتے ہیں اگر چہ میری ذاتی ضروریات کے لیے تو اس قدر رقم کافی بلکہ اس سے زیادہ ہے،تاہم چونکہ میرے ذمے اوروں کی ضروریات کا پورا کرنا بھی ہے اس واسطے ادھر اُدھر دوڑ دھوپ کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے گھر بھر کا خرچ میرے ذمہ ہے بڑے بھائی جان جنھوں نے اپنی ملازمت کا اندوختہ میری تعلیم پر خرچ کردیا اب پنشن پاگئے۔ان کے اوران کی اولاد کے اخراجات بھی میرے ذمے ہیں اور ہونے بھی چاہیے۔خود تین بیویاں رکھتا ہوں اور دو اولادیں۔تیسری بیوی آپ کے تشریف لے جانے کے کچھ عرصہ بعد کی۔''بتلانے کی ضرورت نہ تھی مگر یہ عشق ومحبت کی ایک عجیب وغریب داستان ہے اقبال نے گوارانہ کیا کہ جس عورت نے حیرت ناک ثابت قدمی کے ساتھ تین سال تک اس کے لیے مصائب اٹھائے ہوں اسے پنی بیوی نہ بنائے۔

یہ چند خطوط تھے جن کی روشنی میں اقبال کا بے داغ چہرہ صاف طور سے نظر آرہا ہے اور صرف چہرہ ہی نہیں بلکہ یہ خطوط ان کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی آواز کی بازگشت ہے۔جس میں نخوت وغرور،دوسروں پر خودکوفوقیت دینا،یادوسرے لفظوں میں کسی کو کم تر جاننا،یااس قسم کی دوسری انسانی کمزوریوں کی آہٹ بھی نہیں سنائی دیتی ہے۔

☆☆☆

احسان کا معنی ومفہوم

سعید الرحمٰن عبد المجید

احسان عربی زبان کا لفظ ہے جس کے بہت سے معانی ہیں اِن تمام معانی میں سے احسان کا ایک معنی ''بھلائی کرنا، اچھائی کرنا، خیرخواہی'' وغیرہ کا ہے احسان ایک عظیم صفت ہے جس کی مدح وثناء کتاب وسنت میں بے شمار مقامات پر وارد ہے اوراس صفت سے متصف حضرات کی متعدد مقامات پر تعریف بیان کی گئی ہے، یہ دنیا فانی ہے یہاں کسی کے لئے بقاء وخلود نہیں ہے اس دنیا میں زندگی گذارنے کے لئے معاشرہ اورسوسائٹی میں ربط وتعلق اور باہم ایک دوسرے سے میل ملاپ رکھنے کے لئے احسان کا جذبہ کارفرماں ہونا ازحد ضروری ہے، احسان کا جذبہ ایک انسان کو محترم بنادیتا ہے اوراسے دوسرے انسان سے قریب ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے، انسانی زندگی کے تمام معاملات میں احسان کا جذبہ رکھنا ضروری ہے، چاہے وہ معاملہ دین سے متعلق ہو یا انسانوں کے مابین معاملات سے چاہے وہ کسی دوآدمیوں کے درمیان کا مسئلہ یا پورے معاشرے کا معاملہ ہو تمام حالات میں احسان سے کام لینا بہت سودمند ثابت ہوگا اوراسکے اچھے نتائج وثمرات برآمد ہوں گے، اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں احسان کرنے اوراحسان کی صفت سے متصف حضرات کی مدح وثناء بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وأحسنوا إن الله يحب المحسنين﴾ (المائدۃ:۹۳) اوراحسان کرو بے شک اللہ رب العالمین احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

احسان کا دائرہ بڑا وسیع ہے جو ہر خاص وعام کو شامل ہے مسلم ہوں یا غیر مسلم عیسائی ہوں یا یہودی یا دیگر ادیان ومذاہب کے ماننے والے ہوں اللہ رب العالمین نے مسلمانوں کو سب کے ساتھ احسان کرنے، وعفو ودرگذر سے کام لینے کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فبما نقضهم ميثاقهم لعناهم وجعلنا قلوبهم قاسية ،يحرفون الكلم عن مواضعه ونسوا حظاً مما ذكّروا ولاتزال تطّلع علىٰ خائنةٍ منهم الا قليلا منهم،فاعف عنهم واصفح،إن الله يحب المحسنين﴾ (المائدۃ/۱۳) پھران کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم پر لعنت نازل فرمادی اوران کے دل سخت کردیئے کہ وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں اور جو کچھ انھیں نصیحت کی گئی اس کا بہت بڑا حصہ بھلا بیٹھے، ان کی ایک نہ ایک خیانت پر تجھے اطلاع ملتی ہی رہی گی، ہاں تھوڑے سے ایسے نہیں بھی ہیں پس تو انھیں معاف کرتا جا اور درگذر کرتا رہ بے شک اللہ تعالی احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اللہ رب العالمین نے ہر ایک کے ساتھ خواہ وہ اعزاء واقرباء ہوں یا کوئی غیر ہوں سب کے ساتھ احسان کا حکم دیا اللہ کا فرمان ہے: ﴿واعبدوالله ولا تشركوا به شيئاً وبالوالدين احساناً ،وبذى القربى واليتامىٰ والمسٰكين والجارذى القربىٰ والجارالجنب والصاحب بالجنب وابن السبيل، وما ملكت ايمانكم

إن الله لا يحب من كان مختالًا فخوراً﴾ (سورة النساء:۳٦)

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت داروں سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے، اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ میں (غلام وکنیز) یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کے پسند نہیں فرماتا۔

اس آیت میں نو اشخاص کا تذکرہ ہے یا نو رشتوں کا تذکرہ ہے جن کے ساتھ اللہ رب العالمین نے احسان کرنے کا حکم دیا ہے نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿الذين ينفقون فى السراء والضراء والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس والله يحب المحسنين﴾ (آل عمران:۱۳۴)

اور جو لوگ آسانی میں اور سختی کے موقع پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے محسنین کو دوست رکھتا ہے۔

احسان ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے ایک انسان دوسرے انسان کے حزن ملال غم واندوہ میں کام آتا ہے اور اپنی استطاعت کے بقدر اسکی مدد کرتا ہے، احسان کا جذبہ رکھنا انسانیت کا تقاضہ ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی احسان وخیرخواہی سے عبارت ہے آپ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد احسان بھی ہے، اللہ نے آپ کو دنیا کے انسانیت کی بھلائی ورشد وہدایت کے لئے اپنا رسول بنا کر بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری امت کے لئے ایک عظیم محسن اور خیرخواہ بن کر اس دنیا میں آئے، بلکہ اللہ کے رسول نے پورے دین کو خیرخواہی بتلایا فرمایا: "الدين النصيحة، قالوا يارسول الله! لمن؟ قال: لله ولكتابه ولأئمة المسلمين وعامتهم". (۱۹۲٦، صحيح)

کہ دین سراپا خیرخواہی کا نام ہے صحابہ کرام نے کہا اے اللہ کے رسول کس کے لئے آپ نے فرمایا: اللہ کے لئے اس کی کتاب کے لئے اور مسلمانو کے امام (پیشوا) اور عام مسلمانوں کے لئے ہے۔

احسان اور احسان سے متصف حضرات کے لئے بہترین اجر وثواب کا بھی وعدہ اللہ نے فرمایا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿هل جزاء الاحسان إلا الاحسان﴾ (الرحمٰن:٦۵) یعنی احسان کا بدلہ صرف اور صرف احسان ہے۔

ہر وہ کام جو احسان کے جذبہ سے کیا جا سکتا ہے اسے چھوٹا سمجھ کر نظر انداز نہ کر دیا جائے، کیونکہ اللہ کے رسول نے فرمایا: عن ابى حذيفة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: كل معروف صدقة (بخاری:٦۰۲۱) ابوحذیفہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ ہر بھلا کا کام صدقہ ہے۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا: لاتحقرن من المعروف شيئاً، ولو أن تلقى اخاك بوجه طلق (مسلم:۲٦۲٦) بھلائی کے کسی کام کو حقیر نہ جانو، خواہ وہ تمہارا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا

ہی کیوں نہ ہو،یعنی بھلائی کے ہر مراتب کو سمجھو،خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا،کسی مرتبے کو حقیر وکمتر نہ جانو،کیونکہ کامیابی اور فلاح ونجات کا دارومدار مقدار پر نہیں بلکہ اعمال کی مقبولیت پر ہے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:یا ابا هريرة،كن ورعاً،تكن اعبدالناس،وكن قنعاً،تكن اشكرالناس،واحب الناس ماتحب لنفسك تكن مومناً واحسن جوار من جاورك تكن مسلما،اقل الضحك فإن كثرة الضحك تميت القلب''۔ (الترمذی:۲۳۰۵،حسن)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ کو مخاطب کر کے فرمایا:اے ابوہریرہ زہدوورع اختیار کرو لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گذار ہوجاؤ گے اور قانع ہوجاؤ،لوگوں میں سب سے زیادہ شاکر ہوجاؤ گے اور تو لوگوں کے لئے وہی پسند کر جو تو خود اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے تو مومن ہوجاؤ گے تو اپنے قریبی کے ساتھ بہترین سلوک کو جو تجھ سے قریب ہو تو مسلم ہوجاؤ گے،اور کم ہنسو بے شک زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

اس حدیث میں اللہ کے رسول نے حضرت ابوہریرہ کو چند نصیحتیں فرمائیں،انھیں نصیحتوں میں سے ایک نصیحت احسان کی ہے کہ اے،ابوہریرہ تم احسان کی صفت اپناؤ،لوگوں کے ساتھ بہترین سلوک کرو،تو مسلم ہوجاؤ گے۔

احسان کے متعلق حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عن عبيدالله بن عدى بن خيار أنه دخل عثمان بن عفان رضى الله عنه وهومحصورفقال انك امام عامةونزل بك مانرى ويصل بنا إمام فتنة ونتحرج فقال"الصلاة احسن مايعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معهم واذا أساؤا فاجتنب إساء تهم''(البخاری مع الفتح:۶۹۵)

عبیداللہ بن عدی بن خیار حضرت عثمان بن عفان کے پاس آئے اور وہ محصور تھے،تو انھوں نے کہا کہ عثمان آپ امام عام ہیں اور آپ پر یہ مصیبت نازل ہوئی ہے،جو ہم دیکھ رہے اور ہم کو فتنے کا امام نماز پڑھاتا ہے،اور ہم اسکو ناپسند کرتے ہیں تو حضرت عثمان بن عفان نے کہا،کہ نماز اعمال میں سب سے بہتر عمل ہے جسکو لوگ انجام دیتے ہیں تو جب لوگ اچھا کام بھلائی کا کام اور احسان کا جذبہ رکھیں تو ان کے ساتھ احسان کا جذبہ رکھو اور جب وہ لوگ برا کام کریں تو تو ان کی برائی سے پرہیز کرو۔

معلوم یہ ہوا کہ حضرت عثمان نے عبیداللہ بن خیار کو اپنے آخری وقت میں بھی احسان اور احسان کے جذبہ کے ساتھ کام کرنے کی نصیحت فرمائی لہذا احسان کا بڑا مقام ومرتبہ ہے جس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے،جب ایک امیر المومنین فتنے کے وقت میں احسان کی ترغیب دلاتا ہے تو بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عام حالات میں انسان احسان کی صفت سے خالی وعاری ہوجائے۔

اللہ رب العالمین ہم تمام لوگوں کو احسان کی صفت سے متصف ہونے کی توفیق دے،آمین ۔

☆☆☆

نماز میں کپڑا سمیٹنے کا حکم

محمد حامد محمد شفیع رف ا
متعلم جامعہ سلفیہ

نماز دین کا ایک اہم ستون ہے، اسلام میں کلمۂ شہادت کے بعد سب سے پہلا مقام اسی کو حاصل ہے، نماز طمانیت قلب کا باعث اور ذہنی سکون کا موجب ہے، اسے کفر واسلام کے درمیان وجہ امتیاز قرار دیا گیا ہے، اسی نماز کے ذریعہ انسان رب العالمین سے اپنے تعلقات کو مستحکم اور روابط کو استوار کرتا ہے، نماز ہر عاقل بالغ مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے کیونکہ یہ انسانوں کو راہ شر سے ہٹا کر صراط مستقیم پر گامزن کر دیتی ہے، فحش اور منکر اقوال وافعال سے انسانوں کو باز رکھتی ہے، نماز نمازی کے قلب میں خشیت الٰہی، اخلاص اور تقویٰ کو جنم دیتی ہے لیکن ان تمام چیزوں کا حصول نماز کو اس کے آداب وشرائط کے مطابق ادا کرنے پر موقوف ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صلوا کما رأیتمونی أصلی''(۱) جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے ٹھیک اسی طرح نماز ادا کرو، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نماز ادا نہیں کی گئی تو نماز قابل قبول نہ ہوگی جیسا کہ مسئ صلاۃ (۲) کی حدیث اس بات کا بین اور واضح ثبوت ہے۔

آج ہم نماز کے فیوض واثرات سے محروم نظر آتے ہیں، ہم نماز تو پڑھتے ہیں لیکن برائیوں سے نہیں رکتے فسق وفجور اور معصیات ومنہیات میں منہمک رہتے ہیں، ان تمام احوال کا سبب یہ ہے کہ ہماری نماز روحانیت اور خشوع وخضوع سے خالی ہے۔

لہٰذا ہمیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری نمازوں میں خشوع وخضوع پیدا ہو اور سنت رسول کے مطابق ہوں، شریعت میں بیان کردہ جملہ آداب وشرائط سے مزین ہوں، تمام مکروہات ومنہیات سے پاک ہوں تاکہ ہماری نمازیں درجۂ قبولیت سے شرف یاب ہوں۔

نماز کے مکروہات میں سے ایک یہ ہے کہ بعض مصلیان وضو کرنے کے بعد فوراً جماعت میں شامل ہوجاتے ہیں اس حال میں کہ ان کی آستین مڑی ہوئی ہوتی ہے، اسی طرح جو لوگ ٹخنہ سے نیچے ازار یا پینٹ وغیرہ پہنتے ہیں اور نماز کے دوران اسے موڑ کر ٹخنہ سے اوپر کر لیتے ہیں تاکہ اپنے زعم کے مطابق ''ماأسفل من الكعبين من الازار ففی النار''(۳) کے مصداق نہ ہوں حالانکہ نماز کے اندر کپڑوں کو موڑنے سے منع کیا گیا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''أمرت أن أسجد علی سبعة أعظم، ولا أكف ثوبا ولا شعرا''(۴) مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، مزید یہ کہ میں کپڑے یا بال نہ سمیٹوں۔

(۱) بخاری، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعة ۔۶۳۱ (۲) بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب اذا حنث ناسیا فی الأیمان ۔۶۶۶۷
(۳) بخاری، کتاب اللباس، باب ماأسفل من الکعبین ففی النار ۔۵۷۸۷ (۴) مسلم، کتاب الصلاۃ، باب اعضاء السجود والنہی عن کف الشعر....۱۰۹۶

شیخ الحدیث مولانا شمس الحق عظیم آبادی ''کف'' کے معنی کی تعیین میں رقم طراز ہیں کہ:
''کف'' یا تو منع کے معنی میں ہے یعنی سجدے کی حالت میں اس ڈر سے کہ کپڑا زمین سے مس ہوگا کپڑا کو نہ لٹکنے دیا جائے، اور یا تو جمع کے معنی میں ہے یعنی مصلی اپنے کپڑے اور بال کو اکٹھا نہ کرے۔(۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: حدیث کا مقصود یہ ہے کہ مصلی اپنے کپڑے اور بال کو اکٹھا نہ کرے، حدیث کا ظاہر اس بات پر دال ہے کہ اس فعل سے نماز کی حالت میں روکا گیا ہے، نیز امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسی کی تائید کرتے ہوئے ایک باب ''باب لایکف ثوبه فی الصلاة'' (یعنی اس بات کے بیان میں کہ مصلی نماز میں اپنا کپڑا نہ سمیٹے) کے نام سے قائم کیا ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ اس نہی کو نماز کے ساتھ خاص کرنے کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ جمہور کے خلاف ہے کیونکہ جمہور نے اس فعل کو مطلقاً مصلی کے لئے مکروہ قرار دیا ہے خواہ وہ اسے نماز میں انجام دے یا نماز شروع کرنے سے پہلے (امام نووی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں)(۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ: تمام لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز میں کپڑا یا بال جمع کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، لیکن ابن المنذر حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایسی صورت میں نماز کا دہرانا واجب ہے۔
اور اس نہی کی حکمت یہ ہے کہ بالوں اور کپڑوں کو زمین سے لگنے کے خوف سے اٹھائے رہنا اہل تکبر کا شیوہ ہے(۳) انتھی

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کپڑے کو موڑ کر، آستین کو سمیٹ کر، بالوں کو گوندھ کر یا چوٹی بنا کر یا عمامہ کے نیچے بالوں کو تہ بنا کر نماز پڑھنا ممنوع ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے، چنانچہ اگر مصلی نے اسی حالت میں نماز ادا کرلی تو نماز تو صحیح ہوجائے گی لیکن اس کا یہ عمل برا ہوگا(۴)

صاحب مرعاۃ شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حدیث کا معنی یہ ہے کہ کپڑوں اور بالوں کو لٹکتا ہوا چھوڑ دیا جائے، مٹی سے بچانے کے لئے سمیٹا نہ جائے، بلکہ اسی طرح چھوڑ دیا جائے کہ وہ زمین پر لٹکتے رہیں تاکہ ہمارے ساتھ ہمارے کپڑے اور بال بھی اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں......... کپڑے میں گرہ لگانا، اس کو درمیان سے باندھ دینا یہ تمام چیزیں دوران نماز ممنوع ہیں۔

اس نہی کہ حکمت یہ بھی ہے کہ بال اور کپڑے مصلی کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اس لئے اگر ان کو اٹھا لیا گیا تو ان کے سجدے سے ملنے والا ثواب کم ہوجائے گا، ایک قول یہ بھی ہے کہ بال اور کپڑے کو بار بار سیدھا کرنے میں متکبرین سے

(۱) عون المعبود شرح سنن ابی داود ج:۲ ص:۱۷۲ (۲) شرح النووی للمسلم، ج:۲ ص:۴۴۴
(۳) فتح الباری، ج:۲ ص:۳۸۳ (۴) شرح النووی للمسلم، ج:۲ ص:۴۴۴

مشابہت ہے(۱)

ان تمام اقوال پر نظر ڈالنے کے بعد یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ نماز میں آستین ، بال اور کپڑوں کو موڑنے سے احتراز کرنا چاہئے ،ٹخنہ سے نیچے پینٹ یا پائجامہ کا پہننا ایک نہایت قبیح اور مذموم فعل ہے اور اس کی حدیث میں سخت وعید آئی ہے ،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ثلاثة لایکلمهم الله یوم القیامة ،ولاینظرإلیهم ولهم عذاب الیم.....المسبل إزاره''(۲) تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے اللہ رب العالمین قیامت کے دن نہ کلام کرے گا، نہ ہی ان کی طرف نگاہ رحمت اٹھائے گا اور نہ ہی ان کا تزکیہ فرمائے گا ان کے لئے دردناک عذاب ہے،ان میں سے اپنے ازار کو ٹخنہ سے نیچے لٹکانے والا ہے۔

پھر ایسے لوگ جب نماز پڑھنے آتے ہیں تو دوران نماز اپنے پائجامہ کو ٹخنہ سے اوپر کرلیتے ہیں جس سے کپڑے کا موڑنا لازم آتا ہے اور یہ ممنوع ومکروہ فعل ہے، لہذا کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہمارے کپڑے ہمیشہ ٹخنوں سے اوپر سنت رسول کے مطابق ہوں تاکہ ہم اس کی وعید سے بھی چھٹکارا حاصل کرلیں اور ہماری نماز بھی نبوی نماز کے مطابق ادا ہو۔وفقنا الله لهذا

لہذا ہمیں اس مکروہ عمل سے مکمل طور پر اجتناب کرنا چاہئے اگر چہ محدثین نے اس کو نہی تنزیہی پر محمول کیا ہے لیکن شیخ علامہ علی بن آدم فرماتے ہیں کہ:اس کو نہی تنزیہی پر محمول کرنا محل نظر ہے، کیونکہ اس کے لئے کوئی بھی قرینہ صارفہ موجود نہیں ہے ،اسی طرح ابن جریر نے اس عمل کے مفسد صلاۃ نہ ہونے پر اجماع کا جو دعوی کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں، کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ حسن بصری وجوب اعادہ کے قائل ہیں،لہذا معلوم ہوا کہ نہی تحریم کے لئے ہے۔(۳)

قارئین کرام! کسی امر پر تنزیہ اور تحریم کا حکم لگانا ایک اصولی بحث ہے،اس کی بنیاد پر احکام شریعت کی بجا آوری میں کسی طرح کی کسل مندی اور تساہلی روا نہیں ہے بلکہ ہر آن اور ہر لحہ ایک مسلمان کے نہاں خانۂ دل میں اتباع نبوی کا بھرپور جذبہ ہونا چاہئے ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فعل کا حکم دیا یا اس سے آپ نے منع کیا تو بلا چوں چرا اور بلا کم وکاست اس پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کرنی چاہئے یہی''وماآتاکم الرسول فخذوه ومانهاکم عنه فانتهوا'' کا تقاضہ ہے(الحشر:۷)

اور اس وجہ سے بھی ہمیں اس فعل سے اجتناب کرنا چاہئے کہ رب کے سامنے کامل تواضع ،فروتنی اور بالغ عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کیا جائے۔

☆☆☆

---

(۱) مرعاۃ المفاتیح، ج:۳،ص:۲۰۶ (۲) مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار.....۲۹۳

(۳) ذخیرۃ العقبی فی شرح سنن المجتبی، ج۱۳،ص:۳۴۸ (۴) سورۃ حشر:۷

(۵) سورہ اعراف:۳۱۔

عالم اسلام

ظل الرحمٰن رسنٹرلائبریری جامعہ سلفیہ

یونیسکو میں فلسطینی ریاست کومکمل رکنیت مل گئی:

اقوام متحدہ کے تعلیمی ،ثقافتی اورسائنسی ادارے یونیسکو نے امریکہ کی جانب سے فنڈ روک لینے کی دھمکیوں کے باوجود فلسطینی ریاست کومکمل رکنیت دینے کی منظوری دیدی ہے ،یونیسکواقوام متحدہ کا پہلا ادارہ ہے ،جس نے فلسطینی ریاست کومکمل رکنیت دی ہے جبکہ امریکہ،کینڈا،برطانیہ وفلسطین کومکمل ملک کا درجہ دینے کی مخالفت کی ہے، فلسطینی صدرمحمودعباس نے ۲۳رستمبر کواقوام متحدہ کومکمل ملک کی رکنیت دینے کے لئے جنرل سکریٹری بان کیمون کودرخواست دی تھی ،جس پرسلامتی کونسل میں ابھی تک غورکیاجارہاہے۔(انقلاب ممبئی از بنارس ریکم نومبرص:۱)

بلیک بیری،نیواپیلی کیشن (عازمین حج کے لئے)

مکۃ المکرّمہ کا سفرکرنے والے عازمین حج کے لئے ،بلیک بیری فون بنانے والی کمپنی رم نے ایک نیااپیلی کیشن پیش کیا،جس کے ذریعہ عازمین حج کوحج سے متعلق ارکان کی معلومات حاصل کرنے اوراسے سمجھنے میں مدد ملے گی ،بلیک بیری الائنس کے رکن الیسکٹیک کے ذریعہ توسیع شدہ یہ اپیلی کیشن ’’بلیک بیری اپ ورلڈ‘‘ پر مفت ڈاؤن لوڈ کرسکتے ہیں،دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ اپیلی کیشن چھ زبانوں (عربی،انگریزی،ترکی،فارسی،اردو،ہندی) پرمشتمل ہے۔(سنڈیانڈین،۲۷؍۱۱؍۱۱)

فلسطین کورکنیت دینے کی پاداش میں امریکہ نے یونیسکوکی فنڈنگ روک دی:

امریکی حکومت نے اقوام متحدہ کے ثقافتی ادارے یونیسکوکی جانب سے فلسطین کورکنیت دیئے جانے کی بناپراس کی فنڈنگ روک دی ہے ،واضح ہوکہ امریکہ کی جانب سے ۲۰رفیصد فنڈ مہیاتھی ،اس فیصلہ کے خلاف امریکہ کا شدیدردعمل سامنے آیاہے۔

فلسطین کورکنیت دینے کے لئے پیرس میں مورخہ ۳۱؍اکتوبرکوووٹنگ ہوئی تھی،جس میں یونیسکو کے۱۰۷؍اراکین نے فلسطین کوریاست کی حیثیت سے رکینت دینے کےحق میں ووٹ دیئے،ان اراکین نے یہ ووٹ امریکہ اوراسرائیل کی سخت مخالفت کے باوجود دیا،اسطرح فلسطین یونیسکوکا ۱۹۵؍رواں رکن بن گیاہے۔(انقلاب ممبئی از بنارس ۲رنومبر ۲۰۱۱ء)

مسجداقصی کامراکشی دروازہ:

اسرائیل انتظامیہ کی جانب سے مسجداقصی کامراکشی دروازہ مسمارکرنے کےاعلان پرمختلف عرب مما لک کاجانب سے شدیدردعمل سامنے آرہاہے،اردن کے وزیراوقاف عبدالسلام العبادی نے کہاہے کہ:مشرقی بیت المقدس میں مسجداقصیٰ کےمراکشی دروازہ کوشہید کرنا قبلۂ اول کوشہید کرنے کےمترادف ہے،عمان حکومت اسرائیل کوایسانہیں کرنے دے گی۔ (راشٹریہ سہارا،لکھنؤ ۲۸؍۱۱؍۲۰۱۱)

اسلامک بینکنگ وقت کی اہم ضرورت: کرشن

ملک میں اسلامی بینکنگ کی اجازت دینے پرپس وپیش کے درمیان ماہرین نے کہاکہ:اسے جلداجازت دیناسودمند ثابت ہوگا،اس سے مالی بحران سے نبردازماہندوستان کودوررس مالی فائدہ حاصل ہوسکےگا۔

واضح ہوکہ کیرل حکومت کے زیرنگراں البراح فائنانشیل ملک میں امدادی قائدے قانون کے تحت پہلی مالیاتی کمیٹی ہے،جس کے قیام میں بال کرشن کااہم رول ہے۔(راشٹریہ سہارا،لکھنؤ ۲۸؍۱۱؍۲۰۱۱)

☆☆☆

اخبار جامعہ

ناظم اعلی صاحب کا خطاب:

ناظم اعلی مولانا عبد اللہ سعود صاحب سلفی نے جامعہ سلفیہ کی مسجد میں ۵/دسمبر ۲۰۱۱ء بروز سوموار بعد نماز ظہر طلباء کو خطاب فرمایا جس میں آپ نے طلباء کو پوری محنت وجانفشانی کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کی تاکید فرمائی، نیز نماز اور دوسرے احکام شرعیہ کی پابندی کرنے اور جامعہ میں جاری تعمیر ومرمت کے کام کی تفصیلات بتلاتے ہوئے اس سلسلہ میں آنے والی دشواریوں میں طلباء کو صبر کرنے اور سہولت پیدا کرنے کی گذارش کی ،طلباء کو اقامت گاہ کو ساف ستھرا رکھنے اور اسکے نظام کی پابندی کرنے پر بھی خطاب کے دوران زور دیا۔

ناظم اعلی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی بنارس آمد:

محترم شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند بتاریخ ۲۳/نومبر ۲۰۱۱ء رات کے پچھلے پہر جامعہ سلفیہ بنارس میں تشریف لائے اپنے مختصر قیام کے دوران آپ نے حسب معمول اساتذہ کرام سے ملاقات فرمائی نیز درسگاہوں کا معائنہ کیا اور طلبہ کو مختصر نصیحت فرمائی ،صدر جامعہ سلفیہ ڈاکٹر جاوید اعظم عبد العظیم حفظہ اللہ کے دولت کدہ ''منزل السرور'' میں آپ کے لئے ناشتہ کا خاص اہتمام کیا گیا، ناشتہ سے فارغ ہوکر آپ بنارس سے بذریعہ کار مئو تشریف لے گئے۔

جامعہ سلفیہ میں سال رواں کا ششماہی امتحان:

۱۷دسمبر ۲۰۱۱ء بروز سنیچر جامعہ سلفیہ بنارس میں تعلیمی سال رواں کا ششماہی امتحان شروع ہوا جس میں جامعہ کے شعبہ عربی کے طلباء شریک ہوئے ،طلباء کی مجموعی تعداد حسب ریکارڈ ۵۹۶ اور متعدد شاخوں سے آنے والے طلباء کی مجموعی تعداد ۱۷۲ ہے،امتحان کی نشست صبح ۸:۳۰ بجے شروع ہوکر ۱۱:۳۰ بجے ختم ہوا، یہ امتحان ۲۹ دسمبر ۲۰۱۱ء کو ختم ہوگا ،پانچ نشست گاہیں امتحان ہال کے لیے منتخب کی گئی ہیں،(۱) مسجد جامعہ،(۲) بالائی مسجد (۳) دار الحدیث،(۴) سمینار ہال،(۵) مسجد جامعہ کا زیریں ہال،اور اساتذہ اور بعض غیر تدریسی عملہ نے نگرانی کا فریضہ انجام دیا۔

(ادارہ)

☆☆☆

ندوۃ الطلبہ کی سرگرمیاں

۲۴نومبر ۲۰۱۱ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء ندوۃ الطلبہ کے زیر انتظام قاعۃ المحاضرات میں لجنۃ الثقافہ کی چوتھی مجلس کا انعقاد عمل میں آیا ،اسکی صدارت فضیلۃ الشیخ عبد الوہاب حجازی/حفظہ اللہ نے فرمائی، پروگرام میں ایڈیٹر مجلّہ ''الاحسان'' علیگڈھ فضیلۃ الشیخ عبد المعید مدنی/حفظہ اللہ نے بطور مہمان خصوصی شرکت فرمائی نیز شیخ الجامعہ مولانا نعیم الدین مدنی و دیگر اساتذہ کرام حفظہم اللہ بھی شریک مجلس تھے۔

پروگرام کا آغاز فضیلت اولیٰ کے طالب علم محمد تقویم محمد سلیم کی تلاوت کلام اللہ سے ہوا، اسکے بعد شکیل احمد جمیل احمد ع ا نے نعت نبیؐ پیش کیا، پھر محمد حامد محمد شفیع ف ۱ اور طارق أسعد أسعد اعظمی ع ا نے بالترتیب: ''اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد صحیح یا غلط؟'' اور ''ہندوستان کا نظام عدل اور مسلمان'' کے موضوع پر اپنا اپنا مقالہ پیش کیا، پھر برجستہ تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا اور عربی و انگلش میں طلبۂ جامعہ نے اپنی برجستگی کا اظہار کیا، اس کے بعد علمی سوالات کا سلسلہ شروع ہوا طلباء نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ جوابات دیئے، آخر میں ابوطلحہ محمد ابراہیم ف ۳ نے خبرنامہ پیش کیا جسے سن کر سامعین خوب لطف اندوز ہوئے۔

اس کے بعد مہمان خصوصی کا خطاب شروع ہوا سب سے پہلے آپ نے جامعہ آمد پر اپنی خوشی کا اظہار کیا اور بتایا کہ میں نے جامعہ میں متعلم و معلم دونوں حیثیت سے زندگی گذاری ہے، آپ نے صحافت و میڈیا کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ:Media is the most powerful ،میڈیا ہر ایک کی ضرورت ہے، میڈیا جمہوریت کا چوتھا ستون ہے، دنیا بہت پر پیچ بن چکی ہے، میڈیا نہ ہوتو کچھ بھی نہیں ہوگا، دنیا میں اندھیرا چھا جائے گا، دہشت گردوں کی دہشت گردی سامنے نہ آسکے گی، حکومتی لوٹ کھسوٹ واضح نہ ہوسکے گا، افراد کی پہچان نہ ہوسکے گی، حقیقت کا علم نہ ہوسکے گا، میڈیا اسی لئے ہے کہ سماج و معاشرہ کو آئینہ دکھایا جاسکے، حقیقت کا علم نہ ہوسکے گا، آج دنیا Globalvillage بن چکی ہے، انفارمیشن ٹکنالوجی اور معلومات دیگر وسائل نے دنیا کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے، دنیا پر پیچ ہوتی چلی جارہی ہے، مسائل کا انبار لگتا چلا جارہا ہے ان سب کے حل کیلئے میڈیا کی ضرورت ہے، آج مسلمان دنیا میں اس وجہ سے پیچھے ہیں کیونکہ ان کے پاس اپنا موثر میڈیا نہیں ہے، اطلاعات و معلومات پہنچانے کے ذرائع نہیں ہیں اور چونکہ میڈیا پر مغربی ممالک کی اجارہ داری ہے اس لئے وہ آگے بڑھ رہے ہیں، ترقی کررہے ہیں۔

خطاب کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا کہ آج اسلامی صحافت کی بہت زیادہ ضرورت ہے، تشکیل معاشرہ میں اسلامی صحافت کا بہت بڑا رول ہے، آج معاشرہ بڑا گندا ہوچکا ہے اسکی گندگی دور کرنے کیلئے اسلامی صحافت کی ضرورت ہے جسکے کچھ اصول وضوابط ہیں۔

(۱) اسلامی صحافت کے لئے بنیادی چیز یہ ہے کہ ربوبیت الہی کو تسلیم کرلیا جائے کہ سارے واقعات کی تدبیر کرنے والا، مالک ومختار اللہ کی ہی ذات ہے (۲) اسلامی صحافت کیلئے صداقت کی ضرورت ہے شیطانی میڈیا کی نہیں (۳) اچھے کردار کی ضرورت ہے آج لوگ چند لقموں میں بک جاتے ہیں زیرو کو ہیرو بنادیتے ہیں (۴) اصولیت ہونی چاہئے کیونکہ ہم جو لکھ رہے ہیں

اللہ ہم سے پوچھے گا ایک ایک حرف کے بارے میں ایک ایک لفظ کے بارے میں (۵) لسانی لیاقت وصلاحیت ہونی چاہئے۔

عبدالماجد دریابادی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد عثمان فارقلیط اور شورش کاشمیری رحمہم اللہ وغیرہ اسلامی صحافت کیلئے مثال ہیں۔

آپ نے بتایا آج کی صحافت زرد صحافت ہے، تقریبا تمام اخبارات و ٹیلی ویژن اسلام ومسلمان کے مخالف ہیں، آج صحافت ایک انڈسٹری بن چکا ہے لیکن مسلمانوں کا اس میں کوئی خاص حصہ نہیں ہے۔

پھر موصوف نے طلبۂ جامعہ کو صحافت کے اسلامی اصولوں کو اپنانے کی تلقین کی اور بتایا کہ تھوڑی سی محنت سے آپ صحافت کے میدان میں قدم رکھ سکتے ہیں، اسلام میں سب سے زوردار میڈیا منبر رسول ہے ضرورت ہیکہ ہم اپنا مزاج تجزیاتی بنائیں تاکہ عالمی، ملکی اور ملی وقومی خبروں کو پڑھ کر صحیح تجزیہ کرکے قوم وملت کے سامنے صحیح وغلط کو واضح کریں تاکہ قوم منصوبہ بندی کرے اور ترقی کی راہ طے کرے۔

آخر میں صدر مجلس نے اپنے صدارتی خطاب میں صحافت ومیڈیا کی اہمیت کو اجاگر فرمایا اور اخلاص وجذبہ کے ساتھ اس راہ میں مسلسل محنت کرنے کی ترغیب دلائی۔

فرحان عبدالمجید رف ا

ناظم ندوۃ الطلبہ، جامعہ سلفیہ بنارس

☆☆☆

قارئین محدث کی خدمت میں

ماہنامہ ''محدث'' جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس سے شائع ہونے والا جماعت اہل حدیث کا واحد رسالہ ہے جو مسلسل کئی دہائیوں سے دینی، اصلاحی اور علمی معلومات آپ تک پہنچا رہا ہے، اس رسالے کا مقصد ہی یہی ہے کہ عوام تک صحیح اور نکھرا ہوا اسلام پہنچائے، ہم نے رسالے کے لیے ایسی پالیسی بنائی ہے کہ عوام وخواص سب یکساں طور پر اس سے مستفید ہوسکیں۔

محدث کا زرسالانہ نہایت قلیل یعنی Rs.150/- ہے، ہمارے بہت سے اخوان صرف لاپرواہی کی وجہ سے مدت خریداری ختم ہونے کے بعد بھی زرسالانہ نہیں بھیجواتے ہیں، حالانکہ اس کی اطلاع انہیں دے دی جاتی ہے، اس طرح کئی سال کا بقایا رہ جاتا ہے، جب محدث ارسال کیا جاتا ہے تو اس کے ایڈریس لیبل پر مدت خریداری اور اشتراک نمبر لکھ دیا جاتا ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اسے ضرور ملاحظہ کرلیا کریں۔ ہمارا ضمیر گوارہ نہیں کرتا کہ محض آپ کی غفلت کی وجہ سے رسالہ بھیجنا بند کریں، ہم سب کے لیے یہ ایک بڑا نقصان ہوگا۔

جن قارئین کے ذمہ محدث کا بقایا ہے، ان سے گزارش ہے کہ وہ بقایا رقم جلد از جلد ارسال فرمائیں تاکہ ہمارے رسالے کو معاشی بحران کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ والسلام (ادارہ محدث)

باب الفتاوی

سوال: تمبا کو اور تمبا کو نوشی کے سلسلے میں کتاب وسنت کا فیصلہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں۔

الجواب بعون اللہ الوھاب وھو الموفق للصواب

تمبا کو نوشی کی حلت وحرمت، اباحت وکراہت کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے لیکن راجح قول کی بنیاد پر یہ حرام ہے ،ذیل میں حرمت کی دلیلیں تحریر کی جارہی ہیں:

(۱) تمبا کو نہایت ہی مضر شئی ہے ،اس کی ضرر رسانی پر محققین اطباء کرام کا اتفاق ہے ،اس کی تباہ کاریاں جسم وعقل کو شامل ہیں ،اس میں (۲۵۰) زہریلے مادے پائے جاتے ہیں ،ان میں سب سے بنیادی زہر نیکوٹین ہے ،اس کا برا اثر دل ، پھیپھڑے ، حلق اور آنتوں سب پر ہوتا ہے ،اس کے استعمال سے نوع بنوع بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جن کا علاج بھی مشکل ہوجاتا ہے ،عالمی صحت تنظیم کی جدید ترین رپورٹ کے مطابق دنیا میں ہر برس (۴۲) لاکھ افراد سگریٹ نوشی کی وجہ سے لقمہ اجل بن جاتے ہیں ، بہر حال اس کی سمیت بالکل واضح ہے ،جس کا برا اثر جسم وعقل دونوں پر ہوتا ہے اور فقہاء کرام کے یہاں شرعی ضابطہ ہے:"يحرم ما يضر البدن والعقل" (الاقناع) یعنی جو چیز جسم وعقل کو نقصان پہونچائے وہ حرام ہے۔ اسی طرح روضۃ الطالبین ۳/۲۸۱ میں ہے "وكل ما يضر كالزجاج والحجر والسم يحرم" یعنی ہر وہ چیز جو نقصان دہ ہے جیسے شیشہ، پتھر، زہر سب حرام ہیں، اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے اور نقصان پہونچانے سے منع کیا "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (البقرۃ:۱۹۵) اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں، اور فرمایا:"ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما" (النساء:۲۹) اور اپنے آپ کو قتل نہ کر، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا ضرر ولا ضرار" (صحیح ابن ماجہ:۱۸۹۵) نہ اپنے کو نقصان پہونچانا جائز ہے اور نہ دوسرے کو۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جس نے زہر کھا کر اپنے کو قتل کیا وہ زہر جہنم کی آگ میں پیتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیش اس میں رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۱/۱۰۴- دار عالم الکتب) تمبا کو استعمال کرنا خودکشی کے ہم معنی ہے۔ لہذا اس کی حرمت میں کوئی شبہ نہیں۔

(۲) اس کے حرام ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ از قبیل خبائث ہے اور خبیث ہر وہ چیز ہے جس کو فطرت سلیمہ اور عقل سلیم پاکیزہ نہیں سمجھتی اور قرآن میں ہر غیر پاکیزہ چیز کو حرام قرار دیا گیا ہے ،ارشاد باری ہے: "اور وہ (نبی ﷺ) حلال کرتا ہے ان کے لئے سب پاک چیزیں، اور حرام کرتا ہے ان پر گندی چیزیں"۔ (الاعراف: ۱۵۷) لہذا تمبا کو خبیث ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

(۳) بہت سے محققین علمائے کرام کے نزدیک تمبا کو نشہ آور اشیاء میں داخل وشامل ہے اور ہر نشہ آور شئی حرام ہے ، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "كل مسكر حرام" (صحیح الجامع الصغیر ۲/۱۳۶-۴۵۵۰) ہر سکر لانے والی چیز حرام ہے۔ لہذا یہ بھی حرام ہے۔

مذکورہ دلائل سے یہ بات متحقق ہوگئی ہے کہ تمبا کو حرام ہے ، ذیل میں دو بڑے بڑے علمائے کرام کے فتاوے درج کر رہا ہوں جن سے روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گا کہ تمبا کو سم قاتل ہے اور حرام ہے۔

شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ تمبا کو کی حرمت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: تمبا کو نوشی ظاہر قرآن وسنت وعقل کی روشنی میں حرام ہے ، رہا قرآن تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں" یعنی ایسا کام نہ کرو جو تمہاری ہلاکت کا سبب ہے ، اس

آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ تمبا کونوشی جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور سنت سے دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے اور مال کو ضائع کرنے کا مطلب اسے بے فائدہ خرچ کرنا ہے اور یہ معلوم ہے کہ تمبا کو خریدنے کے لئے مال خرچ کرنا مال کو بے فائدہ خرچ کرنا ہے بلکہ اس کو ایسی جگہ خرچ کرنا ہے جس میں نقصان ہے اور سنت ہی سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ''نہ اپنے کو نقصان پہونچانا جائز اور نہ دوسرے کو''، تو ضرر پہنچانا شرعاً ممنوع ہے، خواہ ضرر بدن میں ہو یا عقل میں یا مال میں اور یہ معلوم ہے کہ تمبا کونوش اپنے کو ایسی چیز میں مبتلا کر رہا ہے جس میں نقصان، بے چینی اور نفسیاتی تکلیف ہے اور عقلمند شخص اپنے لئے اسے پسند نہیں کر سکتا۔ (رسالۃ الی مدخن ۱۹/۲۲-۲۲)

اور شیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ قمطراز ہیں: تمبا کو خبیث وگندہ ہونے اور بہت سے نقصانات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حرام ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے کھانے پینے وغیرہ کی پاکیزہ چیزوں کو حلال کیا ہے اور ان پر گندی چیز کو حرام قرار دیا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے ''وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لئے حلال ہے، کہہ دیجئے تمہارے لئے حلال ہیں پاکیزہ چیزیں۔ (المائدہ:۴) اور سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۷ میں اپنے نبی کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''وہ حکم دیتا ہے ان کو نیک کام کا اور منع کرتا ہے برے کام سے، اور حلال کرتا ہے ان کے لئے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر گندی چیزیں''۔ اور تمبا کو تمام تر قسموں کے ساتھ طیبات (پاکیزہ) چیزوں میں سے نہیں ہے، بلکہ وہ خبائث میں سے ہے ایسی ہی ساری نشہ آور اشیاء خبائث میں سے ہیں، تمبا کو پینا، اس کو فروخت کرنا اور اس کی تجارت کرنا شراب کی طرح حرام ہے۔ (رسالۃ الی مدخن ص:۱۷)

ان دونوں حضرات کے علاوہ بہت سے علمائے عظام نے تمبا کونوشی کو حرام قرار دیا ہے، جس کی تفصیل باعث طوالت ہے، اس لئے ذیل میں ایک رپورٹ درج کی جاتی ہے۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں انسداد منشیات پر ایک عالمی کانفرنس بتاریخ ۲۷-۳۰/ جمادی الاولی ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۲-۲۵/ مارچ ۱۹۸۲ء منعقد ہوئی تھی، جس میں سترہ ممالک کے علمائے کرام نے شرکت کی تھی اور متفقہ طور پر تمبا کو کی حرمت کے فتاوی کی تائید کی تھی۔

بہر حال ان سطور بالا سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ تمبا کو حرام اشیاء میں سے ہے، اس کی حرمت کی دلیلیں بالکل واضح ہیں۔ لہذا اس کا استعمال کسی بھی صورت میں ناجائز ہیں، اسی طرح اس کی تجارت (خرید وفروخت) بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں تعاون علی الاثم والعدوان ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ'' (المائدہ:۲) یعنی گناہ اور ظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

چونکہ یہ حرام ہے، اس لئے جس طرح اس کی تجارت جائز نہیں اسی طرح اس میں کسی طرح کی معاونت بھی جائز نہیں اور ملازمت چونکہ اس میں تعاون ہے اس لئے وہ بھی جائز نہیں اور نہ اس کی کمائی جائز ہے۔

آپ کو اس کا علم اس سے پہلے نہیں تھا، اس لئے یہ بات دوسری ہے، لیکن معلوم ہو جانے کے بعد کنارہ کشی اور اجرت نہ لینا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو نیکی کی توفیق دے اور برائی سے بچائے، آمین ثم آمین۔

ھذا ما ظہر لی واللہ اعلم بالصواب

(مولانا) علی حسین سلفی

استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

☆☆☆